20 شوال المکرم ۔ جشن تشکیل انجمن
ہفتہ سماجی خدمت شہر، شہر یوم عطیہ خون
یوم صحت ۔ یوم اصلاح معاشرہ
یوم امداد طلباء ۔ یوم تجدید عہد
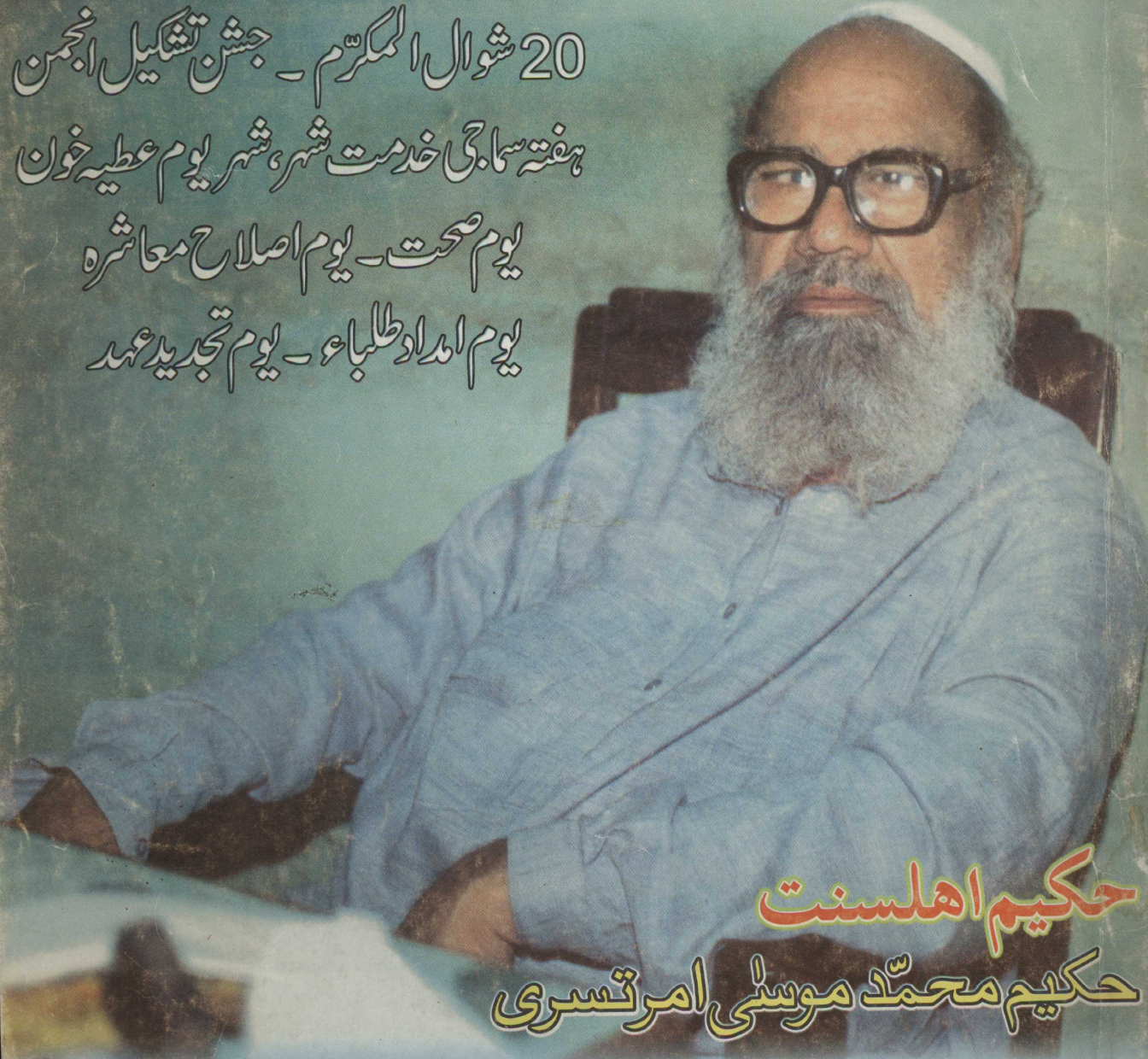
حکیم اہلسنت
حکیم محمد موسیٰ امرتسری

ایک فرد نہیں ایک انجمن اور ایک عالمگیر ادارہ تھے

فروری سنہ 2000ء
جلد : 8
شمارہ : 2
قیمت فی شمارہ : 10 روپے
خصوصی نمبر : 20 روپے

نظریہ پاکستان کا ترجمان' اسلامی نظام تعلیم کا داعی
طلباء حقوق کا محافظ' روحانی انقلاب کا علمبردار

ماہنامہ
نوائے انجمن
اسلام آباد

مدیر اعلیٰ حمزہ مصطفائی
مدیر منتظم ابن خواجہ
مدیر مقصود علی شاہ
نائب مدیر امجد نذیر بھٹی
مدیر معاون اظہر محمود فاروقی

زیر نگرانی
قاضی عتیق الرحمٰن

مجلس مشاورت
میاں فاروق مصطفائی
محمد اسلم الوری

سرکولیشن
مبشر حسین

اشتہارات
محمد حنیف جاکوانی

لاہور بیورو
حافظ غلام علی

کراچی بیورو
سید رفیق شاہ

اس شمارے میں

حکیم اہلسنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ
خصوصی نمبر

زرسالانہ معہ خصوصی نمبر
بذریعہ عام ڈاک 100 روپے
بذریعہ وی پی 120 روپے
بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک 220 روپے

خط وکتابت و ترسیل زر کا پتہ مصطفائی مرکز : علامہ اقبال ڈگری کالج
نزد چلڈرن پارک کمیٹی چوک راولپنڈی فون نمبر : 530509
دفتر رابطہ F-6/1, 1-D, 58 اسلام آباد 829781-823322

پبلشر : حمزہ مصطفائی پرنٹرز : پکٹوریل پرنٹنگ پریس اسلام آباد' مقام اشاعت F-6/1, 1-D, 58 اسلام آباد

حمدِ باری تعالےٰ

ازل بھی تُو ہے ابد بھی تُو ہے، تُو ہی جدید و قدیم مولا
سبھی جہانوں کا تُو ہے خالق، ہے تیری ہستی عظیم مولا
ہے نام آنکھوں کا نُور بیشک ہے ذِکر دِل کا سُرور بیشک
ہے تیری یادوں سے فکر و شامہ بہارِ خُلدِ نعیم مولا
ترے ہی دَم سے نمودِ گُل ہے، چمن میں حُسن و نکھار تجھ سے
مصوّرِ جسم و رُوح تیری ہے ذات ربِّ کریم مولا
ضعیفِ آواز سُن کے سائل کی آرزو ہے قبول کرتا
لطیف و منعم، مجیب مولا، تُو ہی سمیع و علیم مولا
مَیں بارِ عصیاں سے ہُوں نحیف و نزار، طالب پناہ کا ہُوں
ترے کرم پہ بھروسہ مُجھ کو، مرے رؤف و رحیم مولا
خبیر تُو ہے بصیر تُو ہے، معین تُو ہے، نصیر تُو ہے
اِلٰہ، رزّاق ہے، مُربّی ہے، تُو عفُوٌّ حلیم مولا
ابد تلک ہی رہیں گے جنّ و بشر بھی تیرے حضور جُھکتے
کہ قُدسیوں کا بھی سجدہ گاہ ہے ازل سے تیرا حریم مولا
مِلے ہے تیرے کرم سے عزم و عمل کی توفیق اے خُدایا
ترے ہی فرمان کے ہیں تابع زمانے، بادِ نسیم مولا
جو رُوحِ ایقاں کو تازگی دے، جو میرے ایماں کو پختگی دے
عطا ہو ملّت کو بھی وہ فکرِ رسا و قلبِ سلیم مولا

عبدالغنی تائب

نعتِ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

جس دِل میں بھی محبت خیر الانام ہے
دوزخ کی آگ اُس پہ یقیناً حرام ہے
ہر شعبۂ حیات ہے رحمت سے ہمکنار
مرقوم دِل پہ احمدِ مرسل صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا نام ہے
جس پر نثار صبحِ اِرم کی صباحتیں
دِل میں بسی ہوئی وہ مدینے کی شام ہے
ہیں بے ثبات حسنِ بہار کی لطافتیں
لیکن سرورِ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو دوام ہے
جس سرزمیں پہ گُنبدِ خضرا ہے نُور بار
اُس سرزمیں کو کعبۂ دِل کا سلام ہے
یادِ رسُولِ پاک صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا اعجاز دیکھئے
طوفانِ رنج و غم میں بھی دِل شادکام ہے
خورشید کس کے نُور سے خورشید بن گیا
کس کا جمالِ شاملِ ماہِ تمام ہے
یاد آرہی ہیں خُلدِ مدینہ کی نکہتیں
دِل میں جمالِ عشقِ نبی صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا خرام ہے
آمد ہے کس کی حور و ملائک نے یہ کہا
عرشِ بریں پہ آج بڑی دُھوم دھام ہے
جچتی نہیں ہیں قیصر و کسریٰ کی عظمتیں
سبطین جب سے آلِ نبی کا غُلام ہے

محمد سبطین شاہجہانی

فیض و برکت پہنچانا

ادا ریہ

بانگ درا

حکیم محمد موسیٰ امرتسریؒ

ایک تاریخ ___ ایک روایت

امرتسر کے مردم خیز شہر میں نامور طبیب حکیم فقیر محمد چشتی نظامیؒ کے علمی و دینی گھرانے میں 27 اگست 1927ء کو آنکھ کھولی۔ مسلم پنجاب کے مخصوص تہذیبی و ثقافتی ماحول میں جس پر شعرو ادب، فکر و فلسفہ اور تصوف و خدمت خلق کی گہری چھاپ لگی تھی پروان چڑھے۔ والد ماجد کے علاوہ ممتاز اطباء اور شہرہ آفاق عالم مولانا محمد عالم آسی امرتسری کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ عمر بھر علمی نوادرات جمع کئے مگر 1947ء میں تقسیم ہند کی گھڑی آئی تو سکھوں کے ہاتھوں سب کچھ تاراج ہوگیا۔ پاکستان بنتے اور علم تہذیب و ثقافت کا مرکز امرتسر چشم سر سے جلتے دیکھا۔ لٹے پٹے لاہور تشریف لائے تو 55 ریلوے روڈ پر ایک امرتسر صغیر کی تعمیر شروع ہو گئی۔ رفتہ رفتہ علم و ادب کے شائقین ممتاز محققین، تہذیب نو کے شاکی۔ قدیم مسلم ورثہ کے محافظین ان کے گرد پروانہ وار جمع ہونا شروع ہو گئے اور یوں یہ مطب دیکھتے دیکھتے ایسا مرجع خلائق اور مخزن حقائق بن گیا جس کے تذکرے لاہور سے نکل کر، دیوبند، بریلی، علی گڑھ، استنبول، امریکہ، برطانیہ اور پورے بلاد اسلامیہ میں پھیل گئے۔ وہ باقاعدہ تدریس کے شعبہ سے وابستہ نہ تھے لیکن استاد الاساتذہ تھے۔ کسی جامعہ کے تحقیقی شعبہ سے وابستہ نہ تھے لیکن دنیا بھر کی جامعات سے ان کے روابط تھے تصوف پر اتھارٹی ہی نہ تھے بلکہ خود صدق و صفا کا پیکر بھی تھے۔ عربی فارسی اردو اور پنجابی زبان و ادب، مذاہب عالم، علم تاریخ و ثقافت اور فلسفہ و تصوف میں یکساں دلچسپی رکھتے تھے۔ فن تاریخ گوئی اور تبصرہ نگاری میں انہیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ گیارہ ہزار سے زائد قیمتی کتب اور نادر مخطوطات پر مشتمل انمول ذخیرہ انہوں نے بلا معاوضہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری کو عطا کر کے ایک فقید المثال روایت قائم کی ان کی تخلیقی و تحقیقی نگارشات سات ہزار سے زائد صفحات پر محیط ہیں۔ آپ نے بیسیوں تبلیغی و تحقیقی اداروں کی بنیاد رکھی۔ شخصیت سازی کے فن میں انہیں کمال حاصل تھا۔ قاضی عبدالنبی کوکب، ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد، خلیل

قائدؒ کا فرمان

میرے نوجوان دوستو!!

میرے دل میں تمہاری بے انداز محبت ہے۔ میری ایک بات غور سے سن لو۔ اگر تم کسی بھی سیاسی پارٹی کے آلہ کار بن گئے تو یہ تمہاری سب سے بڑی لغزش ہوگی۔ میرے نوجوان دوستو! پاکستان کے اصل معمار تم ہو۔

محمد علی جناحؒ

احمد رانا، علامہ جلال الدین قادری، صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی پروفیسر محمد صدیق، محمد نذیر رانجھا، محمد زبیر ضیائی، محمد عبداللہ قادری، علامہ سید نور محمد قادری اور بیسیوں اہل قلم سے انہوں نے جس خوبصورتی سے تحریر و تحقیق اور تصنیف و تالیف کا کام لیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ قحط الرجال کے اس دور میں یقیناً" وہ ایک مینارہ نور تھے۔ شکستہ حوصلوں کو پھر سے ایک ولولہ تازہ دینے والے ہماری علمی و فکری روایت کے عظیم محافظ ہماری قدیم تہذیبی و علمی روایت کے امین، ہماری مذہبی زندگی میں در آنے والے امراض خبیثہ کے حکیم اور ہماری اجتماعی کوتاہیوں، علم دشمن رویوں اور خود غرضی و بے حسی کا کفارہ تھے جو ایک مطمئن و پر سکون، فعال و متحرک، بھرپور و توانا فیض رساں و قابل رشک زندگی گزار کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ خداوند قدوس اس پیکر صدق و صفا اور مجسمہ خلوص و وفا پر کروڑوں رحمتیں نچھاور کرے اور ہم جیسے پسماندگان کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق عطا کرے۔

قائداعظمؒ کا فرمان

میرے نوجوان دوستو!!

میرے دل میں تمہاری بے انداز محبت ہے۔ میری ایک بات غور سے سن لو۔ اگر تم کسی بھی سیاسی پارٹی کے آلہ کار بن گئے تو یہ تمہاری سب سے بڑی لغزش ہوگی۔ میرے نوجوان دوستو! پاکستان کے اصل معمار تم ہو۔

محمد علی جناحؒ

دستک

سید ریاض حسین شاہ

قرآن کی راہوں سے گزرتے ہوئے ہمیشہ اس اعتقاد کا چراغ روشن رکھیں کے اللہ وحدہ لاشریک منزہ عن العیوب ہے۔

محمد ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں۔

قرآن اٹل ضابطہ حیات ہے۔

اسلام دین حق ہے۔

معاد انسانوں کی سچی منزل ہے۔

اس فکر کے نقیب علامہ سید ریاض حسین شاہ مدظلہ کا کالم "دستک" ہمارے قلب و نظر میں فکر فروغ قرآن کا چراغ جلاتا ہے۔ اس دستک پر در دل کو وا کریں اور قران کے نور سے باطن کو روشن کریں۔۔۔۔

ایک داعی الی اللہ کی ذمہ داری یہ نہیں ہوتی کہ وہ طاقت اور قوت سے کسی کو اٹھائے اور راہ حق پر ڈال دے بلکہ اس کا کام صرف اتنا ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے ماحول کو نور دعوت سے اس قدر ضوفشاں کردے کہ راہ حق پر چلنا آسان ہو جائے۔ البتہ داعی الی اللہ کی کوئی بات زور استدلال اور نور بلاغت سے خالی نہیں ہونی چاہیے۔ حضور انور ﷺ کو جو ذمہ داری سونپی گئی۔ وہ یہ تھی کہ "لتنذر" یعنی آپ انذار بالقران فرمائیں۔ اب انذار کا تقاضا یہ تھا کہ حضور انور ﷺ کی زبان رحمت سے جو بات نکلے وہ اپنے منطقی، فکری اور روحانی ثمرات کے ساتھ پایہ ثبوت تک پہنچ جائے۔ رسول انور ﷺ نے جب دعوت دین دنیا بھر کے انسانوں کے سامنے رکھی تو آپ نے صاف طور پر یہ اعلان فرمایا کہ یہ ہیں وہ اصول جنہیں اختیار کرنے سے "حسنہ فی الدنیا اور حسنہ فی الاخرۃ" کی منزل میسر آتی ہے اور انہیں ترک کرنے سے ذلت، بربادی اور جہنم مقدر بن جاتے ہیں۔ رسالت مآب ﷺ کی تحریک اٹھنے کی دیر تھی کہ آپ کے مخاطبین دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک وہ تھے جو اپنی فطرت ہی میں حق و صداقت کے مشتاق تھے اور دوسرے وہ تھے جو ڈھٹائی اور ہٹ دھرمی برت رہے تھے۔ ان پر رسول رحمت ﷺ کی کوئی نصیحت کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ شبنم کا حسن پھول کی پتی پر ہی محسوس کیا جا سکتا ہے۔ پتھروں کی سخت سلیں حسن شبنم کی عکاسی نہیں کیا کرتیں۔ آپ ﷺ کی دعوت جو برکات رحمت رکھتی تھی منکرین حق اس کا صحیح اندازہ نہیں کر پا رہے تھے۔ یہاں پر یاد رہے کہ کتاب رحمت فروغ قرآن حکیم نے "حق القول" یعنی ثابت ہو چکی ہے کہہ کر رسول کریم ﷺ کے انذار میں جو ثمرات تھے ان کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ رب العزت سے ناتا رشتہ منقطع کر کے بتوں کے سامنے ناصیہ فرسائی شروع کر دی ہے گویا ہدایت ربانی ملنے کی تمام راہوں کو بند کرتے ہوئے انہوں نے استکبار اور نمرود کی روش اختیار کرلی ہے انہوں نے دلوں میں حق داخل ہونے کے تمام دریچے سختی سے بند کر دیئے ہیں اور پورے وثوق سے یہ طے کر لیا ہے کہ حالات جیسے بھی ہوں ہم نے دعوت قرآن قبول نہیں کرنی۔ ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے۔ کہ اللہ کی کوئی بات جھوٹی نہیں ہوتی اور اس کے رسول کی زبان سے نکلنے والا کوئی جملہ مہمل اور بے معنی نہیں ہوتا۔ اس نے کہہ جو دیا ہے اور اس کا یہ قول پختہ ہے کہ جو رسول رحمت ﷺ کی بات نہیں مانیں گے ان کی اکثریت جہنمی ہوگی۔ وہ ضرور بالضرور یہ ذلت کا عذاب دیکھیں گے۔ انہیں دنیا کی کوئی قوت اس رو د باری اور بربادی سے بچا نہیں سکتی۔ گویا قرآن کے اس نورانی حصہ میں زور "فھم لا یومنون" پر نہیں جیسا کہ بعض مفسرین نے سمجھا ہے بلکہ سارا زور "حق القول" پر ہے۔

جس کا خدا پر یقین نہ ہو اس کا دعا پر کیوں یقین ہوگا

دعا در اصل نداء ہے فریاد ہے مالک کے سامنے التجا ہے

دعا دل سے نکلتی ہے بلکہ آنکھ سے آنسو بن کر ٹپکتی ہے

دعا سے بلا ٹلتی ہے زمانہ بدلتا ہے۔

ماں کی دعا دشت ہستی میں سایہ ابر ہے۔

پیغمبر کی دعا امت کی فلاح ہے۔

نفرت کرنے والا انسان دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

شب تاریک کی تنہائیوں میں ٹپکنے والا آنسو بھی دعا ہے۔

سرنیاز کا بے نیاز کے سامنے جھک جانا بھی دعا ہے۔

واصف علی واصف

عکسِ سیرت

✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻ ✻

نعت اور ستائش کے جس قدر رنگارنگ پھول حبیب خدا سرور ہر دو سرا ﷺ کی بارگاہ ناز میں پیش کئے گئے ہیں وہ اللہ کی کسی اور مخلوق کے حصہ میں نہیں آئے۔ آپ مدح وثنا اہل ایمان کا سرمایہ جان رہا ہے۔ سیرت رسول کریم ﷺ کا ایک وسیع اور دقیق ذخیرہ موجود ہے۔ عکس سیرت کے عنوان سے ہم آقا علیہ صلوٰۃ والسلام کی پرنور حیات مبارکہ سے فیض یاب ہوں گے۔ آج کا انتخاب سیرت کی صف اول کی "کتاب الشفاء" کا ہے۔ کوئی ۱۰۰۰ سال قبل حضرت قاضی عیاض اندلسیؒ نے احادیث کے مستند مجموعہ سے حضور نبی کریم ﷺ کے شمائل وفضائل عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر تحریر کئے ہیں جو کہ اہل محبت کے دل کا سرور اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں "کتاب الشفاء" کو مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ۔ لاہور نے شائع کیا ہے۔ علامہ مصطفےٰ ابن عبداللہؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس کتاب کا نفع عظیم اور فائدہ بہت زیادہ ہے۔ تاریخ اسلام میں اس جیسی کوئی کتاب نہیں بنائی گئی۔

اس کتاب سے عالم اسلام کے نامور اہل علم و فضل نے استفادہ کیا ہے حضرت قاضی عیاضؒ کو اس کتاب کی وجہ سے روحانی طور پر حضور کی مجالس میں حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ کتاب الشفاء کے سینکڑوں ایڈیشن مختلف زبان میں چھپ کر دنیائے اسلام میں پھیلے اور اہل ذوق کے لئے سرمایہ راحت بنے ہیں۔

انتخاب
ابنِ خواجہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سب پر فائق ہے۔

جن لوگوں نے اپنی اولاد اور اپنے مال کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر فوقیت دی۔ ان کو رب کریم نے سرزنش اور تنبیہ بھی فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم دے۔

(پارہ 10 آیت 9)

اس آیت کریمہ کے آخری الفاظ میں ایسے لوگوں کو فاسق اور گمراہ بتایا گیا ہے کہ یہ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں بارگاہ الٰہی سے ہدایت نصیب نہیں ہوتی ہے۔

ایمان کی حلاوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا جس شخص میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ ایمان کی حلاوت سے بہرہ اندوز ہوگا۔

(۱) اللہ اور اس کا رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں۔

(۲) اگر کسی سے محبت ہو تو وہ اللہ کے لئے ہو۔

(۳) کفر پر رجوع ہونے کو آگ میں ڈالے جانے کے عذاب سے زیادہ مبغوض رکھے۔

ایمان کی کسوٹی

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دوعالم علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہ ہوگا جب تک کہ میں (ذات نبوی علیہ السلام) اس کو تمام اولاد۔ ماں باپ اور تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہوں۔ اس مضمون کی حدیث جناب

باقی صفحہ ۳۰

ان کی مستقل مسکراہٹ میں دنیا داری نام کو نہیں۔ ٹھیٹھ پنجابی مسکراہٹ، نہ تصنع نہ بناوٹ، جیسا ظاہر ویسا ہی باطن۔ کھری بات۔ پر خلوص لہجہ۔ خواہ کسی کا دل وقتی طور پر میلا ہی کیوں نہ ہو۔ وہ مزاجاً" نسیم سحر ہیں۔ میں نے ان کو کبھی باد سموم کے روپ میں نہیں دیکھا۔ علم و ادب کی محفل برپا رہتی ہے ساتھ ساتھ مریضوں کی دیکھ بھال، دوا دارو کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے۔ کیا مجال جو کبھی شکایت زمانہ یا شکوہ دوراں کا ذکر ہو۔ قناعت اور توکل کی ایسی عمدہ مثال خال خال ہے۔ خدائے بزرگ انہیں صحت مند طویل عمر عطا کرے کہ ان کی ذات اس قحط الرجال کی کڑی دھوپ میں ایک چھتنار درخت کی ٹھنڈی چھاؤں ہے۔ وہ راہنما مشفق کی تمام خوبیوں سے مزین ہیں۔

وہ اگرچہ باقاعدہ تدریس تو نہیں کرتے مگر استاذ الاساتذہ ہیں۔ طلباء علم کے شائق اور سکالرز دور دور سے ان کے پاس آتے رہتے ہیں اور وہ ملکی اور غیر ملکی محققین جس موضوع پر کام کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کی مشکلات کے حل اور تلاش مواد کے متعلق خاطر خواہ معلومات سے مملو جاتے ہیں۔ اپنے موضوع پر بات کرتے ہیں۔ اس کی الجھنوں کو سلجھاتے ہیں اور پھر انہیں مسائل کا حل مل جاتا ہے۔

وہ اکثر پنجابی زبان میں علمی اور ادبی مسائل پر گفتگو کرتے ہیں۔ زبان ولہجہ کی بات نہیں، قصہ یوں ے کہ جس استدلال جذبے اور خلوص سے الجھی ہوئی گتھی سلجھاتے ہیں وہ ان ہی کا حصہ ہے۔ ان کا انداز بیان مختصر اور مدلل ہوتا ہے، --------

ان سے گفتگو کرتے ہوئے ان کی سادہ طبعی، صاف گوئی، بے باکی اور ایک ایسے کھرے پن کا احساس ہوتا ہے جو جدید زمانہ کی پہچان نہیں کیونکہ عصر جدید تو صورت پرستی کا دلدادہ ہے۔ کردار، روایت اور سیرت کا اب کیا کام۔

حکیم صاحب بہت مہمان نواز ہیں۔ اپنے مہمانوں اور احباب کی خاطر تواضع میں کوئی کمی نہیں چھوڑتے۔ کھانے کا وقت ہو تو کھانا، چائے کے وقت چائے۔ کھانا، چائے اور ہر فصل کے ثمرات سے اپنے احباب کی تواضع کرتے ہیں۔ مگر بقول برادرم محمد حنیف جن احباب سے انہیں خاص انس ہے ان کو خمیرہ گاؤزبان کی ایک خوراک کھلاتے ہیں۔

محمد حنیف صاحب کا ہی قول ہے کہ حکیم صاحب وضع داری اور قدیم و عظیم روایات کے پاسدار ہیں۔ وہ انسان سے پیار کرتے ہیں ہر کسی سے کھلے دل سے ملتے ہیں۔ ان کے دوستوں میں ہر مکتب فکر اور ہر عمر کے لوگ شامل ہیں۔ اپنی حق گوئی اور بے باکی کے باوجود اپنی گفتگو میں کسی کی دل آزاری کا موقع پیدا نہیں ہونے دیتے۔ البتہ کبھی کبھی موقع پرست اور ابن الوقت مولویوں کے بارے میں شکوہ کرتے ہیں۔

امرتسر ایک مردم خیز شہر ہے۔ تقسیم برصغیر سے قبل اس خطہ زرخیز نے زندگی کے ہر شعبہ میں ایسے بے نظیر و بے مثال خواتین و حضرات کو پروان چڑھایا کہ تاریخ علم و ادب اور تہذیب و تمدن ہمیشہ انہیں یاد رکھے گی۔ لیکن حکیم محمد موسیٰ امرتسری اس شہر کی معاشرتی اور تہذیبی روایات اور زندگی کے امین ہیں۔ ان کا لاجواب حافظہ، فیاض اور بے تعصب دل ان یادوں کا خزینہ ہے۔ وہ متلاشیان تہذیب امرتسر کے لیے روشن مینار ہیں ان کی راہنمائی اپنا فرض اولین تصور کرتے ہیں۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری محترمی اے حمید کو مجدد امرتسر کے خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ اے حمید اگر مجدد امرتسر ہیں تو وہ خود مجدد امرتسر (اول) ہیں۔ ان کے حافظہ کے پردہ سیمیں پر امرتسر کی مساجد، تاریخی عمارات، گلی کوچے، بازار، کٹڑے، محلے، مدرسے، کالجز، دفاتر، تہذیبی و مذہبی اور معاشرتی تہواروں کی فلمیں اپنی مکمل جزئیات کے ساتھ محفوظ ہیں۔ کسی واقعہ مقام یا جگہ کا ذکر کریں تو وہ روانی دریا کی طرح تسلسل کے ساتھ ان مقامات کی تاریخ و اہمیت یا واقعہ کا پس منظر بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ امرتسر کے علماء فضلاء، دانشور، شعراء، ادباء اور مذہبی و سیاسی راہنماؤں کے خاندانی حالات، سیاسی اور مذہبی عقائد و نظریات اور ان کی تصانیف ان کو ازبر ہیں۔ ذرا پوچھ دیکھیں پھر دیکھئے انداز گل افشانی

باقی صفحہ ۲۸ پر

لاہور کا خانخاناں

محمد نذیر رانجھا ریسرچ اسکالر اسلامی نظریاتی کونسل

برصغیر پاک و ہند کے علمی و عرفانی حلقوں کے قابل احترام 'پاکستان کے نامور مصنف و محقق اور لاتعداد محققین' مورخین' فاضلین اور اہل علم کے محسن' معاون اور خیر خواہ موقر ماہنامہ "مہرو ماہ" لاہور کے مدیر مسئول اور کئی دیگر مجلات اور وسائل کے اعزازی مدیر و سرپرست ممتاز معالج اور حکیم حاذق مخدومی حضرت مولانا حکیم محمد موسیٰ امر تسری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ 'مختصر علالت کے بعد بروز بدھ '2 شعبان اعظم ۱۴۲۰ھ ۷ انومبر ۱۹۹۹ء کو ساڑھے بارہ بجے دن رحلت فرما گئے ہیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ انھیں سینکڑوں سوگواروں کی موجودگی میں اشکبار آنکھوں کے ساتھ قبرستان حضرت میاں میر فاروقی قادریؒ۔ لاہور کے "احاطہ مقابر چشتیاں" میں دفن کیا گیا ہے۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزہ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

آپ امر تسر کے مشہور عالم' عارف اور ممتاز طبیب حکیم فقیر محمد چشتی نظامیؒ (۱۸۶۴......۱۹۵۶ء) بن حکیم نبی بخش چشتی امر تسری علیہ الرحمتہ کے صاحبزادے تھے۔ عربی صرف و نحو کی تعلیم مفتی عبدالرحمن ہزارویؒ مدرس مدرسہ نعمانیہ۔ امر تسر سے حاصل کی اور بعد ازاں حضرت علامہ محمد 'اسیؒ' (۔۱۹۴۴ء) سے تحصیل علم کی۔ علم طب کی تحصیل و تکمیل اپنے والد بزرگوار سے کی اور مثنوی معنوی مولانا روم قدس سرہ العزیز کے پہلے دفتر بھی سبقاً سبقاً انہیں سے پڑھے۔

آپ نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک چوک فرید امر تسر 'رام گلی لاہور' اور بچپن ریلوے روڈ لاہور پر اپنے مطب اور حکمت کدے میں ہزاروں مریضوں کا علاج معالجہ معاونت' راہنمائی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ حکیم صاحب کی کمی نہ صرف پاکستان میں' بلکہ برصغیر پاک و ہند اور دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک کے اہل علم و فضل میں شدت سے محسوس کی جاتی رہے گی اور ان کا نام نامی علمی و ادبی حلقوں میں ہمیشہ نیکی اور خوبی کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ حکیم صاحبؒ کے مطب رام گلی۔ لاہور سے لے کر حکمت کدے بچپن روڈ لاہور تک میں سجنے والی مجالس و محافل کے شرکاء جو تاحال زندہ ہیں وہ یقیناً اس بات کے قائل ہیں کہ برصغیر پاک و ہند کے صوفیا' علما اور صلحاء کے احوال و آثار' تاریخ و سیر اور دوسرے کئی فنون پر انھیں خوب دسترس حاصل تھی اور دانشوروں کی لمبی قطار اور درنشوروں کی خاصی تعداد کو ایک ساتھ بیٹھے بیٹھے مستفید فرمادیا کرتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انھیں کمال کا حافظہ ودیعت فرمایا تھا۔ علم طب تو ان کا خاندانی پیشہ تھا۔

در وصف کمالش عقلا حیرانند
بقراط حکیم و بو علی نادانند
باایں ہمہ علم و فضل و کمال
در مکتب والعلمی خوانند

وہ علم پروری اور معارف نوازی میں اپنی مثال آپ تھے۔ لکھنے پڑھنے والوں کی کمک کرنا' وادی علم و ادب نے نو واردین کی رہنمائی فرمانا' کتابوں کی نشر و اشاعت' جمع آوری اور مفت تقسیم ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ اس پہلو میں یقیناً وہ یکتائے روزگار تھے اور بڑے بڑے وسائل والے بھی ان کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھے

حکیم صاحبؒ کے ہاں آنے والے اہل علم و فضل میں ملکی و غیر ملکی' مسلم اور غیر مسلم سبھی شامل ہوتے اور وہ مذہبی' گروہی اور مسلکی قیود سے بالاتر ہو کر کھلے دل سے تشنگان علم و دانش کی علمی پیاس بجھایا کرتے تھے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ایک امریکی سکالر مسٹر آرتھر فرانک بیولر اپنے پی ایچ ڈی کے مقالہ کے تحقیقی کام کے سلسلے میں حکیم صاحب کے حکمت کدے میں پہنچے۔ مقالہ کا عنوان تھا۔ "پنجاب میں نقشبندی روحانی اتھارٹی ۱۸۵۷ء...... ۱۹۴۷ء"، حکیم صاحب کی راہنمائی کے بارے میں ان کا کہنا ہے۔

"میرے بشریاتی عملی تجربے کا سب سے بڑا حصہ نہ ختم ہونے والی اس تلاش و جستجو کا نتیجہ ہے جو مجھے صوفیانہ مواد کے لئے کرنا پڑی۔ یہ مواد پاکستان بھر میں ذاتی اور عوامی ذخائر (کتب) میں بے ربط انداز سے بکھرا پڑا ہے۔ کون سی کتب لکھی گئیں اور کہاں موجود ہیں؟۔ یہ جاننے کے لئے مرکز حکیم صاحب کی شخصیت تھی جو دراصل کتابیاتی معلومات کا ایک زندہ خزانہ ہیں۔ انہوں نے ہی اس تحقیق میں میری سب سے زیادہ راہنمائی کی۔ بہت سے لوگوں کے لئے حکیم صاحب ایک صوفی ہیں جن کا پیشہ (یونانی) طبابت ہے۔ میں ہفتے میں ایک بار ان کے مطب میں حاضری دیتا جہاں وہ فاضل سکالروں اور مصنفین کے ملے جلے سامعین کے درمیان مسند صدارت پر جلوہ افروز ہوتے اور اس کے ساتھ ساتھ مریضوں کی ایک قطار مطب میں داخل ہوتی اور چلی جاتی۔ جاری علمی گفتگو اور نسخہ نویسی کے دوران وہ مجھے لاہور شہر کے قرب وجوار میں کتابیں تلاش کرنے کے لئے دس (بہت سے) کام بتا دیتے۔ جب میں یہ کام مکمل کر لیتا تو ان کو جا کر بتاتا وہ کئی اور کام مجھے تفویض کر دیتے۔ (فہرست ذخیرہ کتب حکیم موسیٰ امرتسری ۱:)۔

ایک مغربی سکالر کے یہ الفاظ حکیم صاحب کی علم وادب دوستی اور معارف پروری کی کتنی اچھی سند ہے۔ وہ یونہی اپنی مشفقانہ و محققانہ رہنمائی کے ذریعے ہزاروں مصنفین و محققین کی معاونت اور اہل علم ودانش کی تربیت و پرورش اور ترویج وترقی کے لئے عمر بھر بے لوث خدمت کرتے رہے ہیں۔ جس کی بناء ملکی اور غیر ملکی سطح پر قدرو منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ ان کے کردار کی نمایاں خوبیوں میں ان کی فیاضی بھی دیدنی اور شنیدنی تھی۔ ہر روز بیسیوں افراد کی خاطر مدارت اور میزبانی کرنا ان کا شیوہ تھا۔ کتابیں خرید کر اہل علم وفضل کو بذریعہ ڈاک بھیجنا ان کا معمول تھا۔ سینکڑوں روپے کا ڈاک خرچ اور کتاب کی قیمت الگ برداشت کرتے تھے۔ ہر آدمی کی علمی ضرورت کے مطابق کتاب اور علمی تحفہ بھیجنا ان کا ذوق تھے۔

حکیم صاحب نئے اور پرانے لکھنے والوں کے ساتھ ایک جیسا حسن سلوک فرمایا کرتے تھے۔ وسیع المشربی اور وسیع القلبی سے مالا مال تھے۔ وہ ایسا گھنا اور سایہ دار درخت تھے جس پر کوئی کانٹا نہیں تھا اور وہ ہمہ وقت سرسبز و شاداب رہتا تھا۔ ہر ذی روح اس کی ٹھنڈی اور میٹھی چھاؤں تلے آن اور ستانا پسند کرتے تھے اور اس کے سائے میں پل بھر بیٹھنے والا اسے عمر بھر بھلا نہیں سکتا تھا۔ ان کے اچانک رحلت فرما جانے سے یوں لگ رہا ہے کہ۔

سارے جہاں کی دھوپ میرے گھر میں آگئی
مجھ پر تھا جس درخت کا سایہ وہ کٹ گیا

ان کے ذاتی کتب خانہ میں ہزاروں کتب نادرہ کا ذخیرہ تھا۔ جیسے انہوں نے ۲۴ دسمبر ۱۹۸۹ء کو پنجاب یونیورسٹی لاہور کو بطور عطیہ دے دیا تھا۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی طرف سے "فہرست ذخیرہ کتب حکیم موسیٰ امرتسری"۔ مرتبہ سید جمیل احمد رضوی کی تین جلدیں تاحال طبع ہو چکی ہیں جن میں ۶۸۹۰ کتب کا تعارف وتفصیل درج ہیں اگر مجموعات میں شامل کتب کو الگ الگ شمار کیا جائے تو یہ تعداد اس سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اپنا قیمتی ذخیرہ کتب پنجاب یونیورسٹی۔ لاہور کو تحفہ میں دے کر اس مادی دور میں ایک قابل تقلید مثال پیش فرمائی ہے۔ اور اہل علم ودانش پر مزید احسان فرمایا ہے۔

حکیم صاحبؒ کے احوال وخدمات کے بارے میں ان کی زندگی میں بھی بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ اور انشاء اللہ آئندہ بھی ان کے اخلاق ومحاسن اور علمی وادبی کارناموں اور مذہبی اور روحانی درجات و خدمات پر خوب لکھا جائے گا اور سچ تو یہ ہے کہ ہم سب کو حکیم صاحبؒ کے احسانات کا بدلہ چکانا ہو گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

بلا مبالغہ حکیم صاحبؒ سے مستفید ہونے والے اہل علم و دانش کے لئے رام گلی۔ لاہور کے مطب کے حکیم محمد موسیٰ امرتسری صاحب ہی نہیں فوت ہو گئے بلکہ ان کے ہمراہ بچپن ریلوے روڈ۔ لاہور کے حکمت کدے کے عظیم المرتبت، رفیع الدرجات، خادم العلم والعلماء محسن طلباء، محب العرفاء اور خانخاناں حضرت مولانا علامہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ راہی ملک بقا ہو گئے ہیں۔ اللہ کریم ان پر اپنی ہزاروں رحمتیں نازل فرمائے اور انہیں قبرو حشر میں اپنے حبیب مکرم حضرت محمد مصطفی ﷺ کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنت الفردوس کے اعلیٰ مراتب سے سرفراز فرمائے۔ آمین ۔ ثم آمین۔

پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو تفویض کتب کی کہانی

سید جمیل رضوی کی زبانی

محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری لاہور کی ایک معروف اور نامور علمی شخصیت ہیں۔ انہوں نے اپنا قیمتی اور قابل قدر ذخیرہ کتب پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ عنایت کر دیا۔ یہ 24 دسمبر 1989ء کو لائبریری میں منتقل ہوا۔ اس وقت زیر حوالہ ذخیرے میں کتب کی تعداد 5,324 تھی۔ حکیم صاحب اپنے ذخیرے کے لیے مسلسل کتابیں بھجواتے رہتے ہیں جو اس میں شامل کر دی جاتی ہیں۔ اب تک اس ذخیرے میں کتابوں کی کل تعداد 11,315 (بشمول جلدیں و نسخے) ہو گئی ہے۔ اس ذخیرے کے وصول ہونے سے لائبریری میں گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔

سید محمد عبداللہ قادری حکیم صاحب کے ابتدائی حالات کے بارے میں لکھتے ہیں۔

امرتسر کے مشہور عالم، عارف اور ممتاز طبیب حکیم فقیر محمد چشتی نظامی رحمتہ اللہ علیہ (1864ء ___ 1952ء) بن حکیم نبی بخش چشتی امرتسری علیہ الرحمتہ کے ہاں پیدا ہوئے اور عربی و نحو کی تحصیل مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر سے کی۔ پھر حضرت علامہ محمد آسی (المتوفی 1944ء) سے استفادہ کیا۔ والد ماجد سے مثنوی مولانا روم کے پہلے دفتر سبقاً" سبقاً" پڑھے اور علم طب کی تحصیل کی۔

حکیم صاحب کی علم دوستی کے بارے میں سید شریف، احمد شرافت نوشاہی نے لکھا۔

ان (حکیم صاحب) کا مطب عالموں، فاضلوں، مورخوں، مصنفوں، محققوں، ادیبوں، شاعروں، فلاسفروں اور پروفیسروں وغیرہ کا مرکز ہے پاکستان کے تمام بڑے شہروں کراچی، حیدر آباد، ملتی، بہاولپور، ملتان، لائل پور، لاہور، گوجرانوالہ، گجرات، راولپنڈی، پشاور وغیرہ کے اکابر اہل علم حضرات حکیم صاحب کے پاس آتے رہتے ہیں اور ان سے مستفید ہوا کرتے ہیں بلکہ دوسرے ممالک ہندوستان، افغانستان، ایران اور عرب کے عمائد بھی تشریف فرما ہوتے رہتے ہیں۔ حکیم صاحب کی ذات محسن ملت ہے ہر ایک اہل علم کی بے لوث علمی مدد کرتے ہیں۔

محترم حکیم صاحب جس طرح تحقیق کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس کی تصویر جناب پروفیسر محمد صدیقی نے ان الفاظ میں کھینچی ہے۔

وہ اگرچہ باقاعدہ تدریس تو نہیں کرتے مگر استاد الاساتذہ ہیں۔ طلباء علم کے شائق اور سکالرز دور دور سے ان کے پاس آتے رہتے ہیں اس کی مشکلات کے حل اور تلاش مواد کے متعلق خاطر خواہ معلومات سے مملو جاتے ہیں اپنے موضوع پر بحث کرتے ہیں اس کی الجھنوں کو سلجھاتے ہیں اور پھر انہیں اپنے مسائل کا حل مل جاتا ہے باتوں باتوں میں زیر بحث موضوع سے متعلق جہاں جہاں اور جس جس کتاب یا رسالہ میں مواد موجود ہوتا ہے۔ اس کی ایک فہرست تیار ہو جاتی ہے۔ ان کا مطب نہ صرف جسمانی مریضوں کو شفا بخش ادویات فراہم کرتا ہے بلکہ متلاشیان علم کے لیے بھی مجرب نسخے تجویز کرتا ہے۔ جس سے وہ ہمیشہ کے لیے صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

حکیم صاحب کی شخصیت کے علمی پہلو اور کتابوں کی جمع آوری کے بارے میں راقم السطور نے اپنے ایک مقالے میں لکھا:

علمی دنیا میں حکیم صاحب کی علم دوستی اور معارف پروری معروف ہے۔ کتاب کے ساتھ محبت ان کا طرہ امتیاز ہے۔ کتاب کی مفت تقسیم ان کا شعار ہے۔ تصنیف و تالیف کا کام کرنے والوں کی مدد اور رہنمائی ان کا معمول ہے۔ ان کے مطب میں جہاں جسمانی عوارض کے مریض دوائی لینے کے لیے آتے ہیں وہاں علمی

پیاس بجھانے والے بھی کثیر تعداد میں آتے ہیں۔ کتابوں کی جمع آوری اور حفاظت حکیم صاحب کا محبوب مشغلہ ہے۔ یہ ان کو وراثت میں ملا ہے ان کے والد ماجد فخر الاطباء حکیم فقیر محمد چشتی امرتسری (المتوفی 1952ء) کا امرتسر میں مرجع خلائق مطب تھا۔ بقول حکیم صاحب مرحوم کا کتابوں کو جمع کرنے کا ذوق علم طب اور تصوف کے موضوعات سے متعلق تھا ان علوم پر انہوں نے قریبا"

چار ہزار کتابیں امرتسر میں جمع کر رکھی تھیں حکیم صاحب کے بڑے بھائی (حکیم غلام قادر صاحب المتوفی 1975ء مدفون ملتان) کا ذوق ہمہ جہتی تھا۔ انہوں نے بیس ہزار کے قریب کتابیں جمع کی تھیں۔ اس طرح امرتسر میں ان کے پاس چوبیس ہزار کے قریب کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ یہ سب کتابیں امرتسر میں فسادات کے زمانے 1947ء میں ضائع ہو گئیں۔ جس مکان میں کتب رکھی تھیں، اسکو ہندوؤں نے آگ لگا دی تھی۔ اس طرح یہ قیمتی علمی سرمایہ ضائع ہو گیا۔

1947ء میں قیام پاکستان پر آپ امرتسر سے ہجرت کر کے لاہور آ گئے۔ کتابوں کی جمع آوری کا کام جاری رہا۔ جس کے نتیجے میں ایک بہت قابل قدر ذخیرہ جمع ہو گیا۔ حکیم صاحب نے یہ گراں قدر اثاثہ پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو بطور عطیہ دینے کے لیے راقم کے نام ایک مکتوب مورخہ 24 جون 1989ء ارسال کیا۔ اس میں آپ نے تحریر فرمایا :

"میں اپنی تمام کتابیں پنجاب یونیورسٹی لائبریری کو تحفتہ" دینا چاہتا ہوں۔ آپکا ادارہ مجھے کیا کیا مراعات دے گا اور کیا میرے نام پر کلیکشن قائم ہو گا؟ براہ کرم جواب سے سرفراز فرمائیں۔"

"باقاعدہ کارروائی کا طریق کار بھی تحریر فرمائیں۔"

اس چٹھی کے مطابق چیف لائبریرین سے مشورہ کیا گیا۔ ان کے مشورے کے مطابق راقم 17 جولائی 1989ء کو حکیم صاحب سے بات چیت کرنے کے لئے ان کے مطب میں حاضر ہوا۔ اس موضوع پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ اس کی تحریری رپورٹ چیف لائبریرین کو 23 جولائی 1989ء کو پیش کی گئی۔ نتیجتا" حکیم صاحب کو 16 اگست 1989ء کو مکتوب نمبر ڈی / 698/ ایل ارسال کیا گیا،

جس میں ان کی شرائط کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس کے مطابق شرائط درج ذیل ہیں :

1- " اس ذخیرے کو آپ کے نام سے منسوب کر کے الگ رکھا جائے گا۔

2- آپ ضرورت کے وقت اس کو استعمال کر سکیں گے۔ آپ کو لائبریری کی رکنیت دی جائے گی اور حسب ضابطہ کتابیں بھی جاری کی جائیں گی۔

3- ذخیرہ عتیقی کی طرح اس ذخیرے کے نام کی ایک سلپ چھپوا کر کتابوں پر چسپاں کی جائے گی۔

4- آپکی خواہش ہے کہ آپ کسی کو نامزد کریں گے تاکہ وہ صاحب آپ کے بعد ذخیرے کو دیکھ سکیں۔ ہمیں اس سے بھی اتفاق ہے۔"

اس کے جواب میں حکیم صاحب نے ایک چٹھی مورخہ 9 ستمبر 1989ء کو ارسال کی جس میں تین شرائط کی وضاحت کے ساتھ تحریر کیا۔ ان میں سے تیسری شرط محولہ بالا چوتھی شرط کی وضاحت ہے۔ اسکو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"میرے بعد جناب صاحبزادہ میاں زبیر احمد صاحب ولد میاں بدرالدین صاحب بازار داتا صاحب لاہور اور قاضی صلاح الدین قادری ولد جناب قاضی معراج الدین مرحوم شاہ کمال کالونی اچھرہ لاہور میرے ذخیرہ کو دیکھنے کے مجاز ہوں گے۔"

چیف لائبریرین کی طرف سے حکیم صاحب کو مکتوب نمبر ڈی / 808 / ایل مورخہ 23 ستمبر 1989ء بھیجا گیا جس میں ان شرائط کو قبول کرنے کے بارے میں تحریر کیا گیا اور فہرست سازی کا کام شروع کرنے کے متعلق بھی لکھا گیا۔ الفاظ یہ تھے :

"سید جمیل احمد رضوی ڈپٹی چیف لائبریرین آپ کے پاس آئیں گے تاکہ اس ذخیرے کی فہرست سازی کے بارے میں مشورہ کیا جائے اور باہمی مشورے کی روشنی میں یہ کام شروع کیا جا سکے۔"

حکیم صاحب سے مشورے کے بعد فہرست سازی کا کام 10 اکتوبر 1989ء کو شروع کیا گیا جو 24 دسمبر 1989ء تک جاری رہا۔

اس ذخیرے میں عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور انگریزی کی کتب شامل ہیں۔ چند کتابیں سندھی پشتو اور ترکی زبان میں بھی ہیں۔ زیر نظر ذخیرہ تصوف، سوانح (انفرادی و اجتماعی) تاریخ، پاکستان اور تحریک پاکستان، ادبیات اور طب کے موضوعات پر مشتمل ہے۔ اسلامی علوم ____ قرآنیات، حدیث، فقہ، سیرت (بشمول میلاد پاک) اور نعت پر بھی کتب موجود ہیں۔ اس میں بطور خاص تصوف پر نہایت وقیع اور قابل قدر کتب محفوظ ہیں۔ اولیائے کرام اور صوفیائے عظام کے تذکرے کا پہلو بہت ممتاز ہے۔ پرانے رسائل و جرائد بھی اس کا حصہ ہیں۔ کتابوں کے کئی نسخے ایسے ہیں جو کم یاب اور نایاب کے زمرے میں آتے ہیں۔ زیر حوالہ ذخیرے میں مختلف موضوعات پر پمفلٹ اور کتابچے نہایت احتیاط سے محفوظ کئے گئے ہیں۔

اس ذخیرے میں چودہ کے قریب مخطوطات کی عکسی نقول بھی اس کا حصہ ہیں۔ "زبدۃ الطب" کا خطی نسخہ ان قلمی کتب میں شامل ہے اس کی اہمیت کے بارے میں حکیم صاحب نے راقم کے نام ایک مکتوب 23 جنوری 1991ء کو تحریر کیا:

"اس قسط میں زبدۃ الطب قلمی ارسال ہے۔ یہ بڑا نادر خطی نسخہ ہے۔ آج تک یہ کتاب چھپی نہیں اور نہ ہی اس کا ترجمہ ہوا ہے۔ خطی نسخے بھی بہت کم لائبریریوں میں پائے جاتے ہیں۔ فہرست بناتے وقت اس کی اہمیت کو واضح فرما دیں۔"

اسی طرح حکیم صاحب نے 22 نومبر 1992ء کو قرآن مجید کا ایک خطی نسخہ اپنے ذخیرے کے لیے بھجوایا۔ اس کے ساتھ ایک مکتوب بھی میرے نام ارسال کیا:

"ایک قرآن مجید قلمی بدست سید سرفراز علی زیدی صاحب ارسال ہے یہ قیمتی سرمایہ میرے ذخیرہ میں شامل فرما کر اس کی توقیر بڑھا دیں۔"

میں نے حکیم صاحب کو اس نسخے کی وصولی کی اطلاع 25 نومبر 1992ء کو بذریعہ خط دی۔ اس کا اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"سرفراز علی زیدی صاحب کے ہاتھ بھیجا ہوا قرآن مجید خطی وصول ہو گیا ہے۔ اس کو آپ کے ذخیرہ میں شامل کر دیا جائے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ "کلام اللہ" کے شامل کرنے سے ذخیرے کی توقیر بڑھ جاتی ہے۔ آپ نے اس حقیقت کو کس خوب صورت انداز سے بیان کیا ہے۔ ہم اس کرم فرمائی کے لئے بے حد ممنون ہیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے۔"

ذخیرے کی لائبریری میں منتقلی سے پہلے اس کی فہرست سازی کا کام راقم السطور نے کیا۔ کتابوں پر سلسلہ نمبر لگانے اور ان کے پیکٹ باندھنے کے لیے عملے کے دو ارکان نے میری مدد کی۔ یہ کام حکیم صاحب کے مطب (واقع 55 ریلوے روڈ، لاہور) کی بالائی منزل میں قریباً باون روز جاری رہا۔ 24 دسمبر 1989ء تک 268 پیکٹ تیار ہوئے۔ اسی روز ان کے دو ویگنوں کے ذریعے لائبریری میں منتقل کرنے کا انتظام کیا گیا۔ جب کتابیں لے کر ہم مطب سے چلنے لگے، تو اس وقت جناب پروفیسر محمد اقبال مجددی اور پروفیسر محمد صدیق صاحب بھی مطب میں موجود تھے۔ حکیم صاحب اور ان دو دانشوروں نے ہمیں رخصت کیا۔ اس قیمتی عطیہ کے لیے میں نے حکیم صاحب کا بہت شکریہ ادا کیا اس وقت محترم پروفیسر محمد اقبال مجددی نے کہا۔ "پوری قوم حکیم صاحب کی ممنون ہے کہ انہوں نے اپنا کتب خانہ قوم کے حوالے کر دیا۔" جناب پروفیسر محمد صدیق نے کہا۔ "اس طرح کے کام درویش ہی کر سکتے ہیں۔"

محترم پروفیسر محمد صدیق نے اپنے ایک مقالے میں اس کی تصویر کشی اس طرح کی ہے:

دسمبر کا مہینہ، اتوار کا دن، صبح نو بجے تھے۔ خوب سردی تھی میں محترم حکیم صاحب کے مطب میں داخل ہوا تو سید جمیل احمد رضوی تشریف فرما تھے۔ گفتگو ہو رہی تھی، چائے آئی۔ ہم سب نے مل کر چائے کا لطف اٹھایا۔ دو ویگنیں مطب کے باہر کھڑی تھیں۔ شاہ صاحب کے ساتھیوں نے کتابوں کے بنڈل اٹھا کر مرتب انداز سے ویگنوں میں رکھنے شروع کر دیے، قریباً ایک گھنٹے میں یہ کام مکمل ہو گیا۔ حکیم صاحب، راقم، سید جمیل احمد رضوی کو الوداع کہنے کے لیے مطب سے باہر آئے۔ ان سے مصافحہ کرتے

باقی صفحہ ۱۶

حکیم اہلسنّت کا سفرِ آخرت

رپورٹ :- فاروق مصطفوی

شعبان المعظم 1420ھ کی 8 تاریخ کو حکیم محمد موسیٰ امرتسری معمول کے مطابق ساڑھے سات بجے مطب پر تشریف لے آئے۔ جسمانی و روحانی مریض آتے جاتے رہے۔ تحریر و تحقیق کا کام بھی ہوتا رہا۔ امام الاطباء حکیم امام الدین پاکپتنی علیہ الرحمتہ کی ایک اہم طبی کتاب بنام کنز المسلمین کی فوٹو کاپی کروانے کے لیے محمد متین کاشمیری کو بھیجا روزانہ کی طرح یہ سلسلہ ابھی جاری تھا کہ اچانک دس بجے کے قریب بیٹھے بیٹھے حکیم صاحب کا جی متلانے لگا اور طبیعت بے قرار سی ہو گئی۔ فرمانے لگے رکشا لے آؤ۔ گھر جانا ہے۔ گھر پہنچ کر اہل خانہ سے فرمایا کہ جسم میں شدید درد ہے' قہوہ بنائیے۔ اس وقت آپ کی اہلیہ محترمہ اور بیٹی گھر پر موجود تھیں قہوہ تیار ہو گیا۔ حکیم صاحب نے تھوڑی سی دوائی کھائی اور سبز چائے الائچی کا قہوہ نوش فرمایا۔ اس کے بعد بستر پر لیٹ گئے گھر والوں نے جسم دبانا شروع کیا۔ جسم دباتے ہوئے انہوں نے محسوس کیا کہ جیسے حکیم صاحب زیر لب کچھ پڑھ رہے ہیں پھر اچانک آواز بلند ہوئی۔ حکیم صاحب کی زبان سے دوسری مرتبہ اللہ ہو! اللہ ہو! کی صدا آئی اور پھر خاموشی سی چھا گئی بے ساختہ ،حکیم صاحب! حکیم صاحب' آوازیں دی گئیں' سینے کو جنبش دی گئی اور جب نبض پر ہاتھ رکھا تو دل سے آہ نکلی کہ حکیم صاحب تو گزر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

زندگی کی گھڑی گیارہ بج کر سینتالیس منٹ پر رک گئی۔ آن کی آن میں یہ کیا سے کیا ہو گیا۔ مجلس احباب میں دوسروں کو موضوع سخن بنانے والا' آج خود موضوع سخن ہے۔ اچانک جدائی نے رشتہ عقیدت پر ایک کاری ضرب لگائی' ہمتیں ٹوٹ گئیں اور حوصلے پست ہو گئے۔ اس سے اگلے مرحلہ میں ندائے ہاتف آئی کہ اس امر میں رب کی رضا ہے اور رب کی رضا کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہی بندوں کو سزاوار ہے۔ ہائے!

بچھڑا اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے شہر کو ویراں کر گیا

حکیم اہلسنّت کے انتقال کی اندوہناک خبر دیکھتے دیکھتے سارے شہر میں پھیل گئی۔ ہر شخص کی زبان پر بڑی افسوسناک خبر' بہت بڑا المیہ' بہت بڑا سانحہ' بہت بڑا حادثہ' اور بہت بڑا نقصان' کے الفاظ جاری و ساری تھے۔ دور و نزدیک کے عزیز و اقارب اور احباب و متعلقین کو اطلاع دینے' تجہیز و تکفین اور تدفین کے معاملات اور نماز جنازہ کی امامت ایسے امور پر باہمی صلاح و مشورہ کرتے وقت اس امر کے طے کرنے میں کچھ تاخیر ہو گئی کہ حکیم اہلسنت کی نماز جنازہ اسی دن پڑھائی جائے یا آئندہ روز بالاخر حکیم اہلسنت کے دیرینہ خدمت گزار اور رفقائے کار میاں زبیر احمد قادری ضیائی اور محمد ریاض ہمایوں سعیدی نے گھر والوں کی اجازت اور حکیم صاحب کے معمولات کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی روز بعد نماز عشاء نماز جنازہ کا فیصلہ کیا بعد ازاں گھر والوں نے اور حکیم صاحب کے بھتیجوں نے جنازہ پڑھانے اور دیگر امور کے شرعی حقوق میاں زبیر اور قادری کو تفویض کر دیئے۔ حتیٰ المقدور قریب و بعید کے لوگوں کو اطلاع کر دی گئی اور باوجود اس کے کہ نہایت قلیل وقت میں اطلاع دی گئی لیکن پھر بھی ،بفضلہ تعالیٰ نماز عشاء سے کافی پہلے علماء و مشائخ' مدیران جرائد و رسائل ،جسٹس صاحبان و کلاء حضرات ، صحافی اور کثیر تعداد میں عوام و عقیدت مند حکیم اہلسنت کے علم و دانش کدہ پر اکٹھے ہو گئے۔ ہر آنے والے شخص کے ہاتھ میں حکیم صاحب کی دینی' علمی اور ادبی خدمات پر مبنی ایک معنوی کتاب تھی جسے وہ پڑھ پڑھ کر سنا رہا تھا' علم کے قدر دانوں کے لیے یہ منظر بڑا بصیرت افروز تھا کہ ایک سادے سے اور چھوٹے سے گھر کے باہر فرشی نشست قائم ہے۔ بڑے بڑے شریعت و طریقت کے عالم ،علم و فضل کے سورج' زینت مسند ،فتویٰ و

تقویٰ، حق گوئی و بے باکی کے مظہر، جرات و دیانت کے پیکر، شرافت و صداقت کے مجسمے، نظامت و نقاہت کے شہسوار اور تحقیق و تنقیح کے عظیم مینار جلوہ افروز ہیں اور درویش لاہور حکیم اہلسنت کی دینی، مذہبی، ادبی اور قومی خدمات کو خراج تحسین پیش کرتے رہیں۔

حکیم اہلسنت کے مطب پر جانے والا ہر شخص اس بات کا عینی شاہد ہے کہ حکیم صاحب دوران مطب بھی ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ شاید یہ اسی کا صلہ تھا کہ حکیم اہلسنت کا جنازہ بھی گھر سے باہر نہیں آیا تھا کہ اجتماعی طور پر لا الہ الا اللہ کا ورد شروع ہو گیا اور اس سلسلہ کو رواں دواں ہوئے دس پندرہ منٹ گزر گئے تب جا کر حکیم صاحب کا جنازہ گھر سے باہر آیا ذکر الٰہی کے پھولوں سے ایک عاشق رسول ﷺ کے جنازہ کا استقبال ہوا۔

عاشق حبیب الہ، مداح غوث و رضا، محب داتا و خواجہ، مقبول حضرت میاں میر، خلیفہ قطب مدینہ اور حکیم اہل سنت کے آخری دیدار کا منظر بھی بڑا دل کشا و دلفروز تھا نے دیکھا کہ حکیم صاحب کا چہرہ بعد وصال ان کی زندگی سے زیادہ تابندہ روشن تھا۔ چہرے کی مسکراہٹ اور تروتازگی سے زیادہ تابندہ اور روشن تھا۔ چہرے کی مسکراہٹ اور تروتازگی دیکھ کر بے اختیاری میں اللہ! اللہ! سبحان اللہ! ماشاء اللہ! صلی اللہ علی النبی الامی اشھد ان لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو گئیں۔ ناقدین حکیم اہلسنت، ان کا کھلا کھلا چہرہ دیکھ کر ورطہ حیرت میں پڑ گئے۔

آخری دیدار کے دوران کلمہ طیبہ کا ورد جاری رہا۔ نماز جنازہ کے لیے حکیم صاحب کا جنازہ پرکیف اور رقت آمیز ماحول میں اکرم پارک لے جایا گیا۔ جہاں پر پہلے ہی کثیر تعداد میں لوگ جمع ہو چکے تھے۔ نماز جنازہ حضرت پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی نے پڑھائی۔ جنازہ مبارک میں علماء و مشائخ، خطباء و ائمہ مساجد، ڈاکٹرز، جسٹس، وکلاء، مدیران رسائل، صحافی، لائبریرین، سرکاری ملازمین، خدام حکیم اور عوام میں سے سینکڑوں افراد نے شرکت کی۔ شرکاء جنازہ میں حکیم سید امین الدین شاہ، پیر سید محمد حسن شاہ گیلانی، سید مسعود احمد رضوی ابن سید ابو البرکات قادری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، (جامعہ نظامیہ) مولانا عبدالحکیم شرف قادری (شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ)، مولانا حافظ عبدالستار سعیدی (ناظم تعلیمات) صاحبزادہ سید مصطفےٰ اشرف (حزب الاحناف لاہور) مولانا شمس الھدیٰ مصباحی مبارک پور انڈیا)، ابو طاہر فدا حسین فدا (ماہنامہ مہر و ماہ) صاحبزادہ اقبال احمد فاروقی (مکتبہ نبویہ)، مولانا خادم حسین سعیدی (جامعہ حنفیہ) مولانا محمد بشیر (خطیب) صاحبزادہ سید عثمان نوری (نوری کتب خانہ) رانا محمد ارشد رضوی (جامعہ محمدیہ) مولانا محمد شفیع رضوی (ہجویری پبلشرز) قاری اسلم سلیم نوشاہی، میاں سلیم حامد شاہ (کونسلر) جسٹس میاں نذیر اختر، (ہائی کورٹ) جسٹس محمد منیر مغل، میاں محبوب الٰہی (انجینئر) محمد عالم مختار حق، مولانا قاضی محمد مظفر اقبال رضوی، محمد عثمان خان، ڈاکٹر ظہور محمد ابن مولانا لطیف زار، میاں خالد حبیب الٰہی (ایڈووکیٹ) پروفیسر ارتضیٰ حسین اشرفی (ایف سی کالج) ڈاکٹر ضیاء الحق (میو ہسپتال لاہور) حکیم عبدالماجد، سید جمیل احمد رضوی (چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی) حاجی عبدالغفور (دوست) حاجی محمد اسحاق نوری (داروغے والے) ملک محمد شہزاد مجددی۔ (سنی لٹریری سوسائٹی) صوفی محمد ندیم بٹ (مرید حاجی ابو داؤد محمد صادق رضوی رضائے مصطفےٰ گوجرانوالہ)، حافظ محمد فیاض (ادارہ معارف نعمانیہ) محمد آصف (بزم عاشقان مصطفےٰ ﷺ لاہور، محمد نعیم طاہر رضوی (کنزالایمان سوسائٹی لاہور، فاروق احمد علوی (ماہنامہ سبیل الرشاد) ڈاکٹر جاوید گلزار (ہومیو ملک مقبول احمد (کونسلر) انجم رحمانی (ڈائریکٹر عجائب گھر لاہور) ملک محمد طارق (خادم خاص) محمد اکرم ربانی (صحافی)، حافظ تنویر احمد (راہنما انجمن طلباء اسلام) طاہر انجم و برادران (مصطفائی تحریک)، پروفیسر صدیق اکبر (شالیمار کالج لاہور) پروفیسر غلام سرور رانا (گورنمنٹ کالج) کرنل حاجی محمد صادق اعوان، حافظ رازی (تنظیم جانثاران) راجہ رشید محمود (ماہنامہ نعت) صوفی محمد طفیل (ماہنامہ القول السدید) قاری ظہور احمد (خطیب لال مسجد سید محمد منیر رضا (مدینہ ہیلی کیپٹنز لاہور، مبلغ محمد دانیال قادری (نگران مدارس دعوت اسلامی پنجاب، حکیم محمد عبدالباسط، حکیم محمد حامد، حکیم محمد احمد

(برادر زادہ حکیم صاحب بورے والا)، حکیم سدید الدین (برادر زادہ پاکپتن شریف)، میاں محمد حنفی سیفی (راوی ریان)، نیک محمد شرقپوری، غلام اویس قرنی، چاچا محمد رفیق محمد متین کاشمیری، محمد یسین صدیقی، میاں زبیر احمد قادری (خادم خاص و ناظم دارالفیض گنج بخش لاہور)، محمد ریاض ہمایوں مہدی (خادم خاص)، محمد ظہیر مدنی، سید سرفراز زیدی (خادم خاص)، محمد جواد یوسف، حاجی محمد خالد، رمضان فیضی، محمد عباس (خادم طب)، محمد عامر اور عوام کے ایک جم غفیر میں راقم الحروف بھی شامل تھا۔ ظہور الدین خان (مکتبہ رضویہ لاہور نے حکیم اہلسنت کا آخری دیدار قبرستان میں کیا۔

بعد نماز جنازہ حکیم اہلسنت کا جنازہ عقیدتمندان کے جھرمٹ میں بذریعہ گاڑی قبرستان حضرت میاں میر علیہ الرحمتہ کے اس حصہ میں لے جایا گیا جو "مقابر چشتیاں" کے نام سے موسوم ہے اور جہاں پر سالہا سال سے حکیم صاحب ہر جمعتہ المبارک کی صبح حاضر ہوا کرتے تھے۔ پورے گیارہ بجے رات، وہ گھڑی آن پہنچی جب دیگر سسکیوں، محبت بھری آہوں، پر خلوص آنسوؤں اور کلمہ شہادت کی لرزہ خیز صداؤں میں حکیم اہلسنت کا جسد خاکی اپنی والدہ ماجدہ کے پہلو میں اپنی ہی زیر نگرانی تیار کردہ قبر میں اتار دیا گیا۔

خاک ہو کر عشق میں آرام سے سونا ملا
جان کر اکسیر ہے الفت رسول اللہ کی

وصیت کے مطابق تمام تبرکات پیر و مرشد، آثار بزرگان اجازت نامے اور اسناد صلحاء قبر میں محفوظ کر دی گئیں۔ جسد خاکی قبر میں اتارتے ہی قرآن مجید کی تلاوت شروع ہوگئی۔ تلاوت کے بعد میاں زبیر صاحب کی تحریک پر جس کی ابتداء انہوں نے خود کی، جس کی پانچ مرتبہ اذان دی گئی۔ ادھر تدفین کے مراحل طے ہوتے رہے، ادھر محبان حکیم اہلسنت حمد و نعت، ذکر و اذکار اور درود وسلام کا نذرانہ پیش کرتے رہے۔ ایک تسلسل تھا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی عنایات سے جاری و ساری تھا۔ اذانوں کے بعد اعلیٰحضرت عظیم البرکت مجدد دین و ملت رضی اللہ عنہ کی دو نعتیں جن کے مصرعے تھے۔

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں
نعتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا

بارگاہ رسالت پناہ میں بطور استغاثہ پیش کی گئیں اویس خان نے درود تاج اور قاضی صلاح الدین ضیائی نے شجرہ قادریہ رضویہ ضیائیہ پڑھا بعد میں درود و سلام پیش کیا گیا، رات پونے بارہ بجے شہر خاموشاں میں ایک ہو کا عالم تھا۔ فضا میں خنکی، خاموشی اور پاکیزگی سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ رحمت الٰہی کی بارش ہو رہی ہے اور قدسی کھڑے قبر حکیم اہلسنت پر رحمتوں کے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔ آخر میں حکیم صاحب کے دیرینہ دوست زبدۃ الحکماء حضرت حکیم سید امین الدین قادری نے حکیم اہلسنت کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے رقت آمیز دعا کی اور یوں حکیم اہلسنت کا سفر آخرت جو صبح بارہ بجے سے قبل شروع ہوا تھا رات بارہ بجے سے قبل اختتام پذیر ہوا۔

آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

صلی اللہ علی النبی الامی و آلہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوۃ وسلاما علیک یا رسول اللہ

بقیہ کتب کی کہانی

ہوئے اور کتاب خانے کو الوداع کہتے ہوئے میں جذباتی ہو گیا جیسے ہی کتابوں سے بھری ہوئی ویگنیں روانہ ہوئیں تو میری آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔ محترم حکیم صاحب کی آنکھیں بھی نمناک تھیں مگر وہ بہت با حوصلہ مرد درویش ہیں۔ انہوں نے جلد ہی اپنی جذباتی اور ہیجانی کیفیت پر قابو پا لیا۔ مگر میں بوجھل دل کے ساتھ مطب سے روانہ ہوا اور سوچتا رہا کہ اس گراں بہا متاع کو انہوں نے ساری زندگی میں تلاش و جستجو کے بعد فراہم کیا، اتنی آسانی سے پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے حوالے کر دیا۔ انہوں نے ایک بے نظیر اور قابل تقلید مثال قائم کی ہے ____ کاش ہمارے سکالرز بھی ایسا کریں۔

ذخیرہ کتب حکیم محمد موسیٰ امرتسری ____ ایک مستقل چشمہ فیض

چیف لائبریرین پنجاب یونیورسٹی

فہرست سازی کے آغاز میں ہر اندراج میں درج ذیل معلومات فراہم کرنے کا فیصلہ کیا گیا:

ا۔ (کتاب کے) مصنف / مولف کا نام

ب۔ عنوان کتاب

ج۔ مقام اشاعت

د۔ ناشر / مطبع

ھ۔ سال اشاعت

و۔ تعداد صفحات یا مجلدات

ز۔ زبان

ح۔ وضاحتی / معلوماتی نوٹ اگر ضروری ہو۔

یہ فہرست اس وقت دو جلدوں اور چند صفحات پر مشتمل ہے۔ دونوں جلدوں کے عنوان وار اشاریے بھی بنا دیے ہیں۔ اس فہرست کی دو عکسی نقول مجلد صورت میں لائبریری میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح دونوں اشاریوں کی عکسی نقول بھی مجلد صورت میں لائبریری میں رکھی ہوئی ہیں۔ ان کی مدد سے کسی مطلوبہ کتاب کا سلسلہ نمبر فوراً معلوم ہو جاتا ہے۔ سلسلہ نمبر کے لحاظ سے کتب کو الماریوں میں رکھا گیا ہے۔ اس انتظام سے ذخیرے کی کسی بھی کتاب کو فوری طور پر الماری سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس طرح ذخیرے کی باقاعدہ درجہ بندی اور فہرست سازی سے پہلے ایسا نظام فراہم ہو گیا ہے۔ جس سے قارئین کو کتاب کی تلاش میں کوئی دقت پیش نہیں آتی۔

فہرست سازی کے دوران حکیم صاحب سے علمی باتیں بھی ہوتی ہیں۔ وہ بعض کتابوں کے نسخوں کے بارے میں اہم معلومات فراہم کرتے رہتے تھے۔ بعض اوقات وہ اپنے قلم سے کتاب کے شروع میں کوئی اہم نوٹ لکھ دیتے تھے۔ جو کتابیں 24 دسمبر 1989ء کے بعد لائبریری میں وصول ہوتی رہیں، ان میں سے بعض کتب پر حکیم صاحب کے قلم سے مفصل یا مجمل نوٹ ملتے ہیں، جو اس کتاب کے بارے میں مفید معلومات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ان کی تفصیل میرے زیر حوالہ مضمون "ذخیرہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری کتابوں کی کہانی، حکیم صاحب کی زبانی۔" مشمولہ سہ ماہی خبرنامہ پاکستان لائبریری ایسوسی ایشن (پنجاب)، لاہور جلد 2 (1992ء) میں دیکھی جا سکتی ہے۔ اس میں سے تحریک پاکستان کے موضوع پر دو کتابوں کے متعلق وضاحتی نوٹ درج کیے جاتے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ان کی اہمیت اور افادیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ پہلے کتاب کا اندراج ہے اور اس کے ساتھ وضاحتی نوٹ مع شمارہ فہرست درج کیا گیا ہے:

حبیب احمد چودھری۔ علامہ اقبال، قائد اعظم، پرویز، سید ابوالاعلیٰ مودودی اور تحریک پاکستان - فیصل آباد : رفیق احمد 1981ء -- 1928ء ض۔ اردو

اس کتاب کے حوالہ سے ایک روز حکیم صاحب نے بتایا کہ ایک بار چودھری حبیب احمد مرحوم (1919ء -- 1980ء) ان کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے، لیکن اس کو چھپوانے کی بساط نہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ آپ کام شروع کریں۔ اس کے ساتھ ہی اشاعت کے سلسلے میں مالی تعاون کے لیے ایک خاص رقم ان کی خدمت میں پیش کی۔ حکیم صاحب کے کہنے پر محترم میاں جمیل احمد شرقپوری نے بھی اس کام کے لیے مالی تعاون کیا۔ اس طرح انہوں نے کتاب کی اشاعت کا کام شروع کروایا۔ یہ کتاب چوہدری حبیب احمد مرحوم کی وفات کے بعد ان کے بیٹے رفیق احمد نے شائع کروائی۔ مرحوم وفات سے پہلے اپنی اولاد کو بتا گئے کہ اس سلسلے میں کس کس نے تعاون کیا ہے چنانچہ ان کی وفات کے بعد مرحوم کے فرزند کتاب لے کر حکیم صاحب

کے پاس آئے۔ آپ نے کہا کہ اسکی قیمت لے لیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ آپکی رقم تو پہلے ہی آچکی ہے۔ اس کتاب کے دو نسخے محترم میاں جمیل احمد شرقپوری کے لیے بھی دے گئے اور کہا کہ ان کی رقم بھی آ چکی ہے۔ یہ واقعہ سنانے کے بعد حکیم صاحب نے فرمایا کہ چودھری حبیب احمد بہت کام کے انسان تھے۔ ان میں لکھنے کی بہت صلاحیت تھی۔ لیکن افسوس ان کی قدر نہ کی گئی اور ان کی صلاحیتوں سے استفادہ نہ کیا گیا۔ حکیم صاحب نے بتایا کہ چودھری حبیب احمد مرحوم بہت مہربان تھے۔ جب فیصل آباد سے لاہور آتے، ان کو ضرور مل کر جاتے۔ (شمارہ 1693)

عبدالقدیر، محمد۔ ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام۔ علی گڑھ: مطبع مسلم یونیورسٹی، 1925__ 58 ص۔ (اردو)

اس میں ذبح و قربانی کے متعلق نہایت تحقیق کے ساتھ عقلی، نقلی اور اعتقادی پہلوؤں سے بحث کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مسلمان اس شرعی حق سے جو شعائر اللہ میں داخل ہے، کسی ملکی مصلحت سے یا خیالی نفع کی توقع پر دست بردار نہیں ہو سکتے۔ (سرورق)

اس کتاب کے شروع میں محترم حکیم محمد موسیٰ امرتسری نے ایک مبسوط نوٹ تحریر کیا ہے جس میں اس کتاب کے اصل مصنف کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اس نوٹ کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

”جناب محمد مقتدیٰ خان شروانی مرحوم (علی گڑھ) نے پیش نظر رسالہ (ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط گاندھی کے نام) جناب عزیز بلگرامی کے صاحب زادے مقیم کوئٹہ (پاکستان) کی معرفت احقر کو بھجوایا اور خود لکھا کہ اس رسالہ کے حقیقی مصنف جناب عزیز الدین بلگرامی (علی گڑھ) ہیں، لیکن سرکاری ملازمت کے باعث قرار دیا ہے۔ یہ سہواً ... سے اس لیے سرزد ہوا ہے کہ اولاً“ تو یہ رسالہ (غالباً 1920ء) نظامی پریس بدایوں کے ترجمان اخبار ”ذوالقرنین“ میں بالاقساط شائع ہوتا رہا ہے۔ پھر اس ادارے نے کتابی صورت میں بھی چھاپا۔ دوسری بار علی گڑھ سے طبع ہوا، مگر اس حقیقت کو سامنے نہیں رکھا گیا کہ مولوی عبدالقدیر بدایونی مرحوم خلافتی ہونے کے باعث ہندو مسلم اتحاد کے زبردست حامی تھے۔“

اس نوٹ کا آخری حصہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔“ بہر حال تحریک پاکستان پر کام کرنے والے حضرات کو اس تاریخی دستاویز کو سامنا رکھنا چاہئے۔ نیز اس طرف توجہ کرنا چاہیے کہ فاضل مولف نے تقسیم کا جو نقشہ 1920ء میں پیش کیا تھا، 1947ء میں قریباً“ وہی نقشہ پاکستان کی صورت میں منصہ شہود پر جلوہ گر ہوا۔

”اس حساس اور دور اندیش مولف کی دوسری تالیف ”ابلیس کا خطبہ صدارت“ کے نام سے موسوم ہے جس میں گاندھی ازم پر تنقید کی گئی ہے۔ (شمارہ 3736)

تحقیق کرنے والے اس ذخیرے کے وسائل کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں۔ چونکہ یونیورسٹی کسی ملک میں تعلیم و تحقیق کا سب سے اعلیٰ ادارہ ہوتی ہے اس لیے وہاں پر تحقیق کے مواقع زیادہ ہوتے ہیں۔ لائبریری میں عملی مشاہدے کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ طلبہ، اساتذہ اور محققین اس ذخیرے سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ راقم نے حکیم صاحب کو ایک مکتوب 13 اگست 1992ء کو ارسال کیا تھا۔ اس کا ایک اقتباس نیچے درج کیا جاتا ہے۔ یہ ذخیرے کے وسائل کے استعمال پر روشنی ڈالتا ہے:

”یہ امر آپ کے لیے باعث اطمینان ہو گا کہ ایم۔ اے، ایم۔ فل اور پی۔ ایچ۔ ڈی کے امیدوار طلبہ و طالبات اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہیں۔ فہرست کی موجودگی سے ذخیرے کے وسائل کا استعمال آسانی سے ہو جاتا ہے۔ علوم شرقیہ کی مختلف شاخوں میں تحقیق کرنے کے لیے اس کا استعمال ضروری ہو جاتا ہے۔ کئی بار ایسا ہوتا ہے کہ جو معلومات لائبریری کے دوسرے وسائل سے فراہم نہیں ہوتیں، وہ آپ کے ذخیرے میں موجود وسائل سے مل جاتی ہیں۔ آپ نے جس وقت نظر اور گہرے علمی شعور کے ساتھ ان کتابوں کو جمع کیا ہے، یہ اس کے ثمرات ہیں جو سامنے آ رہے ہیں۔ آپ کی توجہ سے اس ذخیرے کی مسلسل نشوونما ہوتی رہتی ہے جو اس کی افادیت میں اضافہ کرتی رہتی ہے۔“ اگر تعلیم کسی قوم کی تعمیر میں بنیادی کردار کرتی ہے، تو کتابیں اس عمل کو پورا کرنے اور آگے بڑھانے کیلئے آلات (TOOLS) کا کام دیتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذخیرہ حکیم محمد موسیٰ امرتسری۔ ان قیمتی اور گراں قدر

باقی صفحہ ۲۸ پر

تصوف کا انسائیکلوپیڈیا

ایک امریکی سکالر Arthur Frank Buehlar نے 1993ء میں ہارورڈ یونیورسٹی میں پی ایچ ڈی کا ایک مقالہ پیش کیا۔ یہ پنجاب میں نقشبندی روحانی اتھارٹی 1857ء ______ 1947ء کے بارے میں تھا۔ اپنی تحقیق کے سلسلے میں وہ لاہور میں قیام کے دوران حکیم صاحب سے بھی راہنمائی لیتے رہے۔ انہوں نے اپنے مقالے کے آغاز میں اظہار تشکر کے ذیل میں حکیم صاحب کا شکریہ ایک پیرے میں ادا کیا ہے۔ اس کا ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ایک مغربی محقق حکیم صاحب کی علمی مدد کو کس انداز میں بیان کرتا ہے۔

میرے بشریاتی عملی تجربے کا سب سے بڑا حصہ نہ ختم ہونے والی اس تلاش و جستجو کا نتیجہ ہے جو مجھے صوفیانہ مواد کے لیے کرنا پڑی۔ یہ مواد پاکستان بھر میں ذاتی اور عوامی ذخائر (کتب) میں بے ربط انداز سے بکھرا پڑا ہے کون سی کتب لکھی گئیں اور کہاں موجود ہیں؟ یہ جاننے کے لیے مرکز حکیم صاحب کی شخصیت تھی جو دراصل کتابیاتی معلومات کا ایک زندہ خزانہ ہیں۔ انہوں نے ہی اس تحقیق میں میری سب سے زیادہ راہنمائی کی۔ بہت سے لوگوں کے لیے حکیم صاحب ایک صوفی ہیں جن کا پیشہ (یونانی) طبابت ہے۔ میں ہفتے میں ایک بار ان کے مطب میں حاضری دیتا جہاں وہ فاضل سکالروں اور مصنفین کے ملے جلے سامعین کے درمیان مسند صدارت پر جلوہ افروز ہوتے اور اس کے ساتھ ساتھ مریضوں کی ایک قطار مطب میں داخل ہوتی اور چلی جاتی۔ جاری علمی گفتگو اور نسخہ نویسی کے دوران وہ مجھے لاہور شہر کے قرب و جوار میں کتابیں تلاش کرنے کے لیے دس (بہت سے) کام بتا دیتے۔ جب میں یہ کام مکمل کر لیتا تو ان کو جا کر بتاتا وہ کئی کام مجھے تفویض کر دیتے۔ اگرچہ میں نے شروع میں اس طریق کار کو پسند نہ کیا کیونکہ میں کم علمی کی وجہ سے کتابوں کے بارے میں ہی سوچتا۔ انجام کار میں ایسے مقامات پر گیا جہاں میں دوسری صورت میں کبھی نہ جاتا۔ جیسے قرآنی مکاتب، مساجد اور یہاں تک کہ کپڑے کی دکان بھی۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا کہ میں ان کتب کو نہ پاتا جن کی وہاں ملنے کی امید ہوتی، تاہم اس دوران میں نے پاکستانی کلچر اور مذہب کے بارے میں بہت کچھ جان لیا۔

ہمارے ادارے ـــــــ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی وزیر آباد

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

انجمن طلباء اسلام دراصل ایک تحریک کا نام ہے۔ 20 شوال یوم تشکیل انجمن کے دن ہم سماجی بہبود کے ایک ایسے متحرک و اپنی مدد آپ کے جذبہ سے سرشار ادارے کا تعارف کرا رہے ہیں جو کہ عشق رسول ﷺ کی کرنوں کا فیض یاب اور بزرگان دین کی خدمت انسانیت مشن کا علمبردار ہے۔ المصطفیٰ ویلفیر سوسائٹی وزیر آباد کا آٹھ سال کا سفر ہم سب کیلئے مشعل راہ ہے۔ ایسی کتنی ہی ہمارے ملک کے قریہ قریہ میں روشن ہو کر محروم دکھی انسانیت کی خدمت کر رہی ہیں۔ آیئے عہد کریں کہ ہم اپنی بستی اپنے محلہ میں بھی خدمت انسانیت کے اس مشن کو عام کریں گے۔ ان شاء اللہ

❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋ ❋

خدمت میں عظمت۔

مال وزر کی حرص 'اقتدار کی ہوس' خود غرضی وانا پرستی کا بڑھتا ہوا رجحان دور حاضر کا وہ سنگین المیہ ہے جس نے بنی نوع انسان کو تاریخ کے بد ترین سیاسی 'اقتصادی اور اخلاقی بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ ذہنی آسودگی اور اطمینان قلب سے محروم 'غربت وافلاس' جہالت و بیماری اور گوناں گوں معاشی و معاشرتی مسائل تلے سسکتی انسانیت اپنے دکھوں سے نجات کے لیے آج پھر ہم سے ہادی بر حق حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے عطا کردہ دین فطرت پر سختی سے عمل پیرا ہونے کا تقاضا کر رہی ہے اور دین مصطفوی تو انسانی شرف وعزت کا معیار صرف خدمت خلق اور انسانی ہمدردی کو ہی قرار دیتا ہے۔ حدیث مبارکہ ہے!۔

" تم میں سب سے بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو نفع پہنچے "یعنی معاشرے کا بہترین فرد وہ ہے جس کی ذات سے خیر وخوبی کے سوتے پھوٹتے ہوں' جو خدمت خلق اور ایثار وقربانی کے جذبے سے سرشار 'محبت والفت کا پیکر اور معاشرتی فوز و فلاح کا داعی ہو 'جس کا مسلک انسانی ہمدردی 'جس کی عبادت دوسروں کی غم خواری اور جس کا مقصد حیات فلاح انسانیت ہو۔

انسانی ہمدردی اور خدمت خلق کے اعلیٰ اصولوں پر مبنی دین مبین کے اس آفاقی نظریہ کو معاشرے میں عملی طور پر برپا کرنے کے لئے عشق مصطفےٰ ﷺ سے سرشار چند حساس نوجوانوں نے چند برس پیشتر المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کی بنیاد رکھی 'جس نے اپنے قیام سے اب تک وسائل کی کمی کے باوجود رفاہ عامہ اور سماجی بہبود کے میدان میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔

نصب العین

المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی خدمت خلق کا ایک ادارہ اور فلاح انسانیت کی ایک مقدس تحریک ہے جو مصطفائی معاشرہ کے قیام کے لیے سرگرم عمل ہے۔ اس کے بنیادی شعبے۔ رفاہ عامہ 'اور صحت ہیں۔

مقاصد

☆ اللہ عزوجل اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا کیلئے مخلوق خداوندی کی بھرپور خدمت۔

☆ معاشرے کے افراد میں سماجی بہبود اور فلاح انسانیت کے شعور کو اجاگر کرنا۔

☆ نوجوانوں خصوصا طلباء و طالبات کی اخلاقی و روحانی تربیت کے لیے دینی اداروں کا قیام اور دینی و اصلاحی لٹریچر کی اشاعت وتقسیم

☆ معاشرے سے جہالت 'تعصب' بیماری وبے روزگاری 'منشیات وماحولیاتی آلودگی اور دیگر سماجی برائیوں کا انسداد۔

☆ معذوروں' بیواؤں 'یتیموں اور بے سہارا افراد کی مالی واخلاقی اعانت ملک کے طول وعرض میں قائم سماجی بہبود کے اداروں اور

تنظیموں کے مابین رابطہ اور فلاحی سرگرمیوں کو جدید خطوط پر منظم کرنے کے لیے ایک مرکزی سیکرٹیریٹ کا قیام۔

☆ نوجوانوں کو تعلیم اور روزگار کے حصول میں درپیش مسائل کے حل میں ممکنہ امداد وتعاون کی فراہمی۔

☆ تعلیم کے فروغ کے لیے لائبریری، تحقیقی مراکز، دارالمطالعہ اور کوچنگ کلاسز کا قیام و انتظام۔

☆ صحت عامہ کے لیے کلینک، ہسپتال، گشتی شفا خانے اور اور ایمبولینس سروس کاحصول اورانتظام۔

ابی جذبہ و مقاصد کے ساتھ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) وزیر آباد نے آج سے آٹھ سال قبل اپنے سفر کا آغاز کیااور حضور اقدس ﷺ کی نظر کرم کے طفیل لحہ بہ لحہ ترقی کی جانب محو سفر ہے ابتدائی طور پر سوسائٹی نے امداد عزبا۔ امداد طلباء۔ امداد مریضاں اور بلڈ بنک کے منصوبے اپنائے تھے وقت کے ساتھ ساتھ ویلفیئر ایمبولینس سروس ۔ المصطفیٰ ایجوکیشنل اینڈٹریننگ سنٹر جیسی خدمات کا اضافہ کیا گیا ہے سال میں المصطفیٰ ویلفیئر ڈسپنسری کا مکمل انتظامات کا اضافہ کیا گیا جس میں ماہر ڈاکٹر ایم بی بی ایس اور کوالیفائیڈ سٹاف خدمات سرانجام دے رہا ہے اس ڈسپنسری نے علاقہ بھر میں بہت مقبولیت حاصل کر لی ہے اس سے علاقہ کی بڑی اہم ضرورت پوری ہوگئی ہے اور روزانہ اوسطاً 150 مریض استفادہ حاصل کر رہے ہیں۔

امسال ماحولیات کو بھی شامل پروگرام کیا گیا ہے اس کے پہلے مرحلہ میں 200 کی تعداد میں سایہ دار پودے لگانے کا منصوبہ بنایا گیا ہے۔

المصطفیٰ بلڈبنک سروس

المصطفیٰ بلڈبنک سروس پنجاب بھر میں منفرد مقام کی حامل ہے اس سروس کے تحت بلا معاوضہ اور بلا تبادلہ خون مستند ڈاکٹر کی تجویز کے مطابق مہیا کیا جاتا ہے اس طرح یہ پنجاب بھر میں اپنی مثال آپ ہے۔

گزشتہ سال میں 900 کی تعداد میں بوتلیں خون ضرورت مند اور مستحق لوگوں کو بلا معاوضہ بلا تبادلہ مہیا کی گئی ہے سوسائٹی ان نوجوانوں کی بے حد ممنون اور مشکور ہے جنہوں نے صحت مند اور نوجوان خون کا عطیہ دیا۔ خون کے حصول کے لیے سب سے پہلے خون کا عطیہ دینے والوں کا سروے کیا جاتا ہے جس کے لیے مختلف بلڈ گروپ چیکنگ کیمپس لگائے جاتے ہیں تاکہ ایک مخصوص علاقہ کی ضرورت خون اسی علاقہ سے پوری کی جا سکے۔ تاکہ آپ میں بھائی چارے کا فروغ ہو۔ نیز بلڈ گروپ کی چیکنگ کے بعد لوگوں کو ان کا بلڈ گروپ بتا دیا جاتا ہے اور حکومت پاکستان سے مطالبہ ہے کہ قومی شناختی کارڈ پر بلڈ گروپ کا اندراج بھی کیا جائے تاکہ حادثہ کی صورت میں بلڈ گروپ کی چیکنگ پر وقت نہ ضائع ہو۔

جو کوئی اپنے علاقہ میں بلڈ گروپ چیکنگ کے کیمپس لگانا چاہیں تو مرکزی دفتر واقع ریلوے روڈ وزیر آباد یا المصطفیٰ کے علاقہ کے یونٹ سے رابطہ کریں۔ انشاء اللہ ان کو مایوسی نہیں ہوگی۔ جو کوئی بھی اپنا بلڈ گروپ چیک کروانا چاہے وہ مرکزی دفتر پر اوقات کار میں تشریف لائیں ان کا بلڈ گروپ مفت شکریہ کے ساتھ معائنہ کے بعد بتایا جائے گا۔

المصطفیٰ ویلفیئر ایمبولینس سروس

حادثات، ناگہانی آفات اور شدید مرض میں مبتلا مستحق مریضوں کو بلا امتیاز مذہب و ملت، رنگ و نسل، مطلوبہ منزل یا طبی مرکز تک پہنچانے کے لیے ہماری یہ سروس بغیر کسی عذر کے پیش پیش ہے۔ حادثات یا مستحق مریضوں کی صورت میں یہ سروس مفت مہیا کی جاتی ہے جبکہ صاحب حیثیت لوگوں سے سات روپے فی کلومیٹر کے حساب سے یکطرفہ کرایہ لیا جاتا ہے، ایمبولنس نے 70804 کلومیٹر سفر کیا ہے اور اس سے آمدنی مبلغ 168716 روپے کی ہوئی جبکہ مبلغ 79088 روپے مالیت کا سفر مستحقین کی خدمت پولیو ڈیز، اگست 97ء کے سیلاب کے دنوں میں سماجی بہبود کے فرائض ادا کرنے میں کیا۔

اس طرح 45 میتوں کو بمعہ ان کے متعلقین ان کے گھروں تک پہنچایا گیا۔

المصطفیٰ کا امداد غرباء پروگرام

المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کا امداد غرباء پروگرام ایک فلاحی پروگرام ہے یہ خدمت صرف وقتی طور پر سہارا دینے کے لیے ہے تاکہ غربت سے ستائے ہوئے لوگ غیر سماجی کاموں سے اجتناب کریں۔ اس پروگرام کے تحت مستحق بیواؤں، یتیم اور مسکین بچوں کی شادی پر معاونت کی جاتی ہے۔ گزشتہ سال میں مبلغ 41018 روپے اس مد پر خرچ ہوئے۔

امداد طلباء و المصطفےٰ ایجوکیشنل اینڈ ٹریننگ سنٹر

امداد طلباء پروگرام کے ذریعے مختلف تعلیمی اور اخلاقی اطوار کو ترقی دی جاتی ہے۔ ذہین اور نادار طلباء جو غربت کی وجہ سے اپنی ذہین اور نادار طلباء جو غربت کی وجہ سے اپنی تعلیم جاری نہ رکھنے پر مجبور ہوں ان کی مدد کو اولین ترجیح دی جاتی ہے اور بعض طلباء کو ایجوکیشنل اینڈ ٹریننگ میں بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ گزشتہ سالوں میں فسٹ ایڈ کیمونٹی ہیلتھ ورکرز کی تعلیم دی گئی۔ 70 بالغوں کو پہلی جماعت کا فری کورس کروایا گیا۔ چند پرائمری سکولوں کی مدد کی گئی۔ اس پروگرام کے تحت مجموعی طور پر مبلغ 32200 روپے خرچ ہوئے۔

المصطفےٰ فری ڈرگ بنک و فری ڈسپنسری نظام آباد

المصطفےٰ ویلفیئر ڈسپنسری کا مکمل انتظام کر لیا گیا ہے جہاں ماہر ڈاکٹر ایم بی بی ایس معہ تجربہ کار سٹاف خدمات سرانجام دے رہے ہیں دراصل فری ڈسپنسری علاقہ نظام آباد کی اشد ضرورت تھی اور فری ڈرگ بنک کو فری ڈسپنسری کے زیر انتظام کر دیا ہے اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے مبلغ 94171 روپے کی ادویات خریدی گئیں۔

مستقبل کے منصوبے

لیبارٹری، ای۔ سی۔ جی۔، ایکسرے پلانٹ، الٹرا ساؤنڈ، اور جدید قسم کی لیبارٹری شامل ہیں۔

سوسائٹی سے خصوصی تعاون فرمانے والے احباب

جنہوں نے ان سارے منصوبوں کے لیے اپنی جانی و مالی قربانی دی

محمد امجد سلیم مغل، محمد کلیم کھوکھر، مدینہ سٹیل گوجرانوالہ، محمد عابد صدیقی، حاجی حبیب الرحمٰن ہائی کلاس بیکری، عثمان جیولرز، شیخ محمد آصف، محمد انور ریلوے روڈ، محمد الیاس کریانہ مرچنٹس سیٹھ انجم، حافظ محمد حسین، حاجی محمد یوسف، حاجی محمد بلال، عابد وزیر آباد میڈیکل سٹور والے، رانا محمد ارشد، اسد صاحب پاکستان ٹینیریز، خالد مغل الہ آباد، صوفی محمد جمیل، بابو حلیم صاحب محمد رفیق منہاس صاحب منظور گڈز الہ آباد، الحاج ملک فضل الٰہی حکیم محمد اکرم، صدیق مغل خالق انڈسٹری، محمد شکیل، ڈاکٹر محمد یوسف فاروق، سیٹھ محمد ندیم، جاوید ٹریڈرز، اسمٰعیل افضل بٹ، ملک عبدالرشید، محمد مسعود لاہور، طارق صاحب مجسٹک پریشر ککر والے، حاجی محمد یعقوب ٹھٹھہ والے، حاجی محمد نسیم، حاجی محمد مشتاق، بابو محمد سلیم، عابد میڈیکل سٹور جاوید ٹریڈرز، محمد اشفاق عرف گوگا، محمد اسلم بھٹہ، محمد ایوب خاں، حاجی محمد یوسف اعجاز فلور ملز، الحاج سیٹھ محمد رفیع، محمد عرفان میاں محمد صدیق، سیٹھ رضا احمد، محمد وحید نیزان کرم فرماؤں کے علاوہ بھی بے شمار ایسے دوست ہیں جنہوں نے درپردہ سوسائٹی کی بھرپور مالی معاونت فرمائی سوسائٹی ان کی تہہ دل سے مشکور ہے۔ سوسائٹی اپنی مدد آپ پر یقین رکھتی ہے کسی ڈونر ایجنسی سے یا گورنمنٹ کی طرف سے کوئی قابل ذکر امداد وصول نہیں ہوئی۔ اس کی آمدنی مخیر حضرات کے عطیہ جات اور چرمہائے قربانی پر مشتمل ہے سابقہ 5 سالوں کی کارکردگی حسب ذیل ہے۔

سال 94-1993ء میں عطیہ جات مبلغ 294428 روپے
" 95-1994 " " 530498"
" 96-1995 " " "-/612129"
" 97-1996 " " "/792722"
" 98-1997 " "-/801715"

اس گوشوارہ سے صاف ظاہر ہے کہ سوسائٹی کا مالی گراف بلندیوں کی طرف محو پرواز ہے!

باقی صفحہ ۲۹

کونسا نظام ہمارے خوابوں کی تعبیر ہے۔

حسین احمد سعیدی

انجمن طلباء اسلام کو کسی سیاسی جماعت پر تنقید کا شوق نہیں فقط اس نظام سے نفرت ہے جو قوم کی بیٹیوں کی عزتوں کا تحفظ نہیں کر سکتا جو نظام مغربی تہذیب کے سیلاب کا مقابلہ نہیں کر سکتا جو نظام قوم کو جہالت کے اندھیروں میں دھکیل رہا ہے۔ جو نظام غربت' مہنگائی اور بے روزگاری کو کنٹرول نہیں کر سکتا' جو نظام کاسہ گدائی توڑنے میں ناکام رہا جو نظام بیرونی قرضوں کے بوجھ میں اضافہ کا باعث ہے۔ ہم اس نظام کے خلاف بغاوت کرتے ہیں جس کے پیروکاروں نے کعبۂ معظمہ اور روضۂ مصطفی ﷺ کے بجائے واشنگٹن اور لندن کو اپنی عقیدتوں کا مرکز بنالیا ہے۔ قتل و غارت گری اور دہشت گردی کی منظم وارداتوں نے پوری قوم کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ملک کے اندر افراتفری ہے کسی کی جان و مال کا کوئی تحفظ نہیں۔ آج ہمارے معاشرہ میں انصاف نام کی کوئی چیز نہیں۔ وہ معاشرہ جہاں ظلم ہو۔ ناانصافی ہو' لوگوں کے حقوق پامال ہوتے ہوں جہاں فیصلے عدل و انصاف کے معیار پر نہیں بلکہ دولت اور مالی مفادات اور چمک پر ہوتے ہوں جہاں ظالم کو چوہدری' اور مظلوم کو مجرم بنا کر پیش کیا جائے۔ جہاں جاگیر دار کے بیٹے اور کارندے غریبوں کی بیٹیوں کو اٹھا کر لے جائیں۔ اور اجتماعی عصمت دری کے بعد انہیں کھیتوں میں پھینک دیں اور انہیں کوئی پوچھنے والا نہ ہو' جہاں مخالفین کو جعلی پولیس مقابلوں میں پار کر دیا جاتا ہے۔ جہاں لوگ غربت سے تنگ آکر خود کشی اور خود سوزی کی راہ پر چل پڑیں۔ وہ معاشرہ اور ملک کیسے ترقی کر سکتا ہے؟ اور اس نظام میں زندگی کیسے آگے بڑھ سکتی ہے؟ ہمارے ملک میں نام نہاد جمہوریت یا مارشل لاء کی حکمرانی رہی اس جمہوریت اور مارشل لاء نے ہمیں کیا دیا؟ قتل و غارت گری' دہشت' خوف' منافقت' دجل و فریب' بے روزگاری' مہنگائی' رشوت اور فحاشی اور باہمی نفرت کے سوا کچھ نہیں دیا ان ساری برائیوں اور محرومیوں سے چھٹکارے کا واحد راستہ نظام مصطفےٰ کا نفاذ ہے۔ ہمیں وہ نظام چاہیے۔ جو چودہ صدیاں قبل قائم ہوا تھا۔ جس میں شاہ و گدا' امیر و غریب' کالے گورے اور عربی و عجمی میں کوئی امتیاز نہ تھا۔ وہ نظام پوری انسانیت کے لئے خیر و برکت کا باعث تھا جو نظام انصاف کی بنیادوں پر قائم تھا۔ جو نظام شاہ و گدا کالے گورے کی عزت و ناموس کا محافظ تھا۔ ہمیں وہ نظام چاہیے جس کی بنیاد قرآن و سنت پر ہو شاعر مشرق کے بقول۔

جلال پادشاہی ہو کہ جمہوری تماشا ہو
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

بادشاہت ہو' آمرانہ نظام حکومت ہو یا جمہوری تماشا ہو' دیں سیاست سے جدا ہو تو چنگیزیت دندناتی پھرتی ہے۔ اقبالؒ نے بھی جمہوریت کو تماشا قرار دیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ قوم کے ساتھ یہ تماشہ ایک عرصہ سے ہو رہا ہے اب اس تماشے کو بند ہونا چاہیے کیونکہ اس تماشا کا بند ہونا ہی ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں ہے علامہ اقبالؒ کے نزدیک ہر وہ نظام جس کی نبیاد قرآن و سنت پر نہ ہو وہ نظام انسانیت کو فلاح کی ضمانت نہیں دے سکتا۔ اب وقت آگیا ہے کہ اس فاسد' ظالمانہ اور جابرانہ نظام سے قوم کو نجات دلائی جائے۔

اٹھو میری دنیا کے غریبوں کو جگا دو
کاخ امراء کے در و دیوار ہلا دو

انجمن طلبہ اسلام کو ملک کی تمام طلباء تنظیموں کے مقابلے میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے طلباء کو لہو و لعب اور کسی دنیاوی شخصیت یا منصب کے لئے مصروف رکھنے کے بجائے ایک سچے رہنما کی اور روشن منزل کی نشاندہی کردی۔ وہ رہنما تمام عالم کا رہنما اور وہ منزل تمام انسانیت کی فلاح و بقا کی ضمانت ہے۔ عقل والے جانتے ہیں کہ ایسی ذات مصطفی ﷺ اور ایسی منزل نظام مصطفی ﷺ ہی ہو سکتی ہے۔ محبت نبی ﷺ کا دم بھرنے والے اے۔ ٹی۔ آئی کے نوجوانوں نے ہمیشہ نظام مصطفی ﷺ کے علم کو جانوں سے گزر کر بلند رکھا وہ آنکھیں

باقی صفحہ ۲۹ پر

مردِ درویش

اقتباس :-وادی سون کے بے تاج بادشاہ

از پروفیسر صاحبزادہ مسعود احمد

ترتیب :-ملک آفتاب احمد اعوان

جب دل مضطرب ہوں - بے چینی اور الجھن زندگی کے ہر لمحے کو اپنے پنجوں میں جکڑ لے کڑکتی دھوپ میں سایہ بے نام ونشان ہو جائے- تو کسی درویش کامل کا قرب وہ چین راحت اور سکون نصیب کرتا ہے جس کا تصور عام زندگی میں ناممکن ہے- ایک ایسی ہی ہستی کے متعلق آپ کو کچھ بتانا چاہوں گا جو پریشان حال لوگوں کے لیے نہ صرف سکوں کا باعث تھے بلکہ ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والے بھی تھے آہ-

تمہارے بعد چمن پر جو اک نظر ڈالی

کلی کلی میں خزاں کے چراغ جلتے تھے

وہ مرد درویش علامہ العصر حضرت صاحبزادہ عزیز احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ خانقاہ حمیدیہ مکان شریف کفری وادی سون ضلع خوشاب سیال شریف بھیرہ شریف معظم آباد شریف اور مکان شریف سے وابستہ شاید ہی کوئی ایسا شخص ہو جو آپ کی شخصیت سے ناآشنا ہو- گہرا سانولا رنگ روشن اور چمکدار آنکھیں بھاری پلکیں لمبی ستواں ناک اُدھرے اُبھرے رخسار نرم ونازک ہونٹ موٹا موٹا گول چہرہ سیاہ گھنی داڑھی کھلا سینہ چہرے سے عالمانہ وقار جھلکتا تھا- سر پر خشخاسی بال جالی دار ٹوپی ململ کا کرتہ زیب بدن تہبند کے طور پر نیلا باندھتے تھے -کھری چارپائی پر کبھی چار زانو اور کبھی نیم دراز محو گفتگو ہوتے جو شخص ایک لمحہ کے لیے ان کی محفل میں بیٹھ گیا اس کا اٹھنے کو جی نہ چاہا خوش مزاجی اور شیریں بیانی کا وصف حاضرین کے دل کو موہ لیتا آپ کے ضمیر میں گویا اخلاص کا جو ہر بدرجہ اتم موجود تھا- آپ دورخی کے قائل نہ تھے -آپ کے ہاں قول وفعل کا تضاد بالکل نظر نہ آتا تھا- ان کی مجلس میں آنے والا ہر شخص یہی محسوس کرتا کہ مجھ سے زیادہ شاید ہی کسی پر مہربان ہوں - محبت و اعتماد کے اس رشتہ میں دولت دشمن میں امتیاز نہیں تھا-

حضرت صاحبزادہ عزیز رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت حضرت میاں عبدالحمید (خلیفہ مجاز پیر سیال) کی شادی کے پندرہ برس اور ۱۲ ذوالحجہ ۱۳۵۵ھ / ۷ فروری ۱۹۳۷ کو کفری وادی سون سیکسیر ضلع خوشاب میں ہوئی

حضرت شیخ الاسلام والمسلمین حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ نے عزیز احمد نام تجویز کیا تاریخی نام عزیز احمد درویش صفت اور عزیز احمد نغمہ سنج ہے ابھی چند دن کے تھے کہ والد گرامی ان کے مستقبل کے بارے میں متفکر ہوئے انہوں نے استخارہ کیا تو خواب میں نومولود کو یہ شعر پڑھتے دیکھا-

من شاخ در ختم پراز میوہ توحید

ہر رہگزرے سنگ زند عاد نیاید

حضرت صاجزدہ عزیز احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ایک سال تک حضرت شیخ الحدیث سردار احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے علم حدیث حاصل کیا ہے شیخ الحدیث صاحب کی صحبت نے جہاں آپ کو علم وعرفان کی نعمت سے نواز او ہاں عشق رسالت ماب ﷺ کا ذوق بھی عطا کیا-

1958ء لیکر 1965 تک جامع رضویہ سانگلہ ہل مین صدر مدرس کے فرائض سرانجام دیتے رہے 1965ء میں جب سیال شریف میں درالعلوم ضیا شمس الاسلام کا احیا از سر نو ہوا تو آپ کے شیخ فکرم حضرت شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ انتخاب حضرت صاحبزادہ عزیز احمد رحمتہ اللہ علیہ پر پڑی اور بحثیت صدر مدرس آپ کی تقرری عمل میں آئی- آپ نے ستمبر 1965 سے لیکر مئی 1977 تک درالعلوم میں اپنے فرائض بڑی جانفشانی سے سرانجام دیے- آپ کے والد گرامی حضرت میاں عبد الحمید اس دور میں اکثر فرمایا کرتے تھے کہ عزیز احمد کی سیال شریف مسلسل حاضری سے ڈرتا ہوں اس عرش سے نازک مقام پر معمولی سے لغزش بھی خرابی ایمان کا باعث بن سکتی ہے لیکن حضرت صاحبزادہ صاحب نے محبت ادب نیاز تواضع فروشی خداداد فہم و فراست اور والد گرامی کی تربیت سے اپنے محبوب شیخ کے دل میں وہ اعتماد پیدا کیا کہ حضور شیخ الاسلام نے اپنے صاحبزادگان کے نام وصیت نامہ میں تحریر کیا کہ

مولوی عزیز احمد کو اپنے ہر مشورے میں شامل رکھیں 1977ء میں آپ کے والد مکرم کا انتقال ہوا تو حضرت شیخ الاسلام نے آپ کو خانقاہ حمیدیہ مکان شریف کفری کا تیسرا جانشین

مقرر کیا- آپ نے جب خانقاہ کا نظام سنبھالا تو بد عقیدگی کی وبا نے وادی سون سیکسیر کو اپنے ناپاک پنجوں میں جکڑ رکھا تھا اس چرثومے ہر دسویں شخص کی رگ و ریشے میں سرایت کر رہے تھے آپ نے ان عقائد کی بیخ کنی کے لیے بڑے پُرزور انداز میں مسلک حق کے عقائد کی تبلیغ کا آغاز کیا اس ضمن میں آپ کی مساعی کی دو جہتیں تھیں (ا) جامع قمر الاسلام کا قیام (۲) تبلیغی دورے آپ کی باقاعدہ وادی سون آمد سے پہلے 12 ربیع الاول کو حضور نبی کریم ﷺ کا ولادت کا جشن منانے کا باقاعدہ اہتمام نہ تھا- آپ نے 1977ء میں 12 ربیع الاول کو پہلا جلسہ و جلوس منعقد کیا- گستاخان رسول ﷺ نے آپ کی بڑی مخالفت کی لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری یہ جلسہ و جلوس وادی کی مذہبی تاریخ میں ایک انقلابی اقدام تھا- وہ وادی جو اب تک صلوٰۃ وسلام کی پرکیف صداؤں سے نہ آشنا تھی یکلخت درود و سلام کے دلنشین نغموں سے گونجے لگی- آہستہ آہستہ یہ صدائے حق زور پکڑتی گئی- اور لوگوں میں مذہبی بیداری کی اک لہر دوڑ گی- ان حالت میں آپ کے ساتھ شانہ بشانہ عزم و استقلال کے ساتھ کام کرنے والے حضرت علامہ قاری محمد امین سیالوی صاحب کی کاوشوں کو بھلایا نہیں جاسکتا ہے-

آپ کی زندگی کا معمول رہا کہ میلاد مصطفے ﷺ کے بعد وادی کے چھوٹے بڑے 32 گاؤں میں ایک ایک کر کے خطبات جمعہ دیتے رہے اور لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی آگ تیز تر کرتے رہے- انجمن طلباء اسلام کے ساتھی جب بھی اپ کے پاس حاضر ہوتے بڑی شفقت فرماتے اور دوستوں کا حوصلہ بڑھاتے کبھی اپ کو کسی پروگرام کی دعوت کے لیے حاضر ہوتے تو آپ ضرور تشریف لے آئے- فنڈ کی سلسلے میں حاضر ہوتے تو آپ فرماتے میرے پاس جو کچھ انجمن کے عظیم مشن کے لیے وقف ہے آپ اپنے کُرتے کی جیب سامنے کرتے اور فرماتے جو کچھ ہے خود نکال لو آپ کے اصرار پر ہم خود روپے حبیب سے نکالتے جیب میں جتنے روپے ہوتے وقف کر دیتے- انجمن طلباء اسلام کے پروگراموں میں اکثر فرمایا کرتے کہ میرے حضور شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی نے انجمن کے کونشن میں خطاب کے دوران فرمایا تھا کہ کارکنان کا جذبہ عشق رسول ﷺ دیکھتے ہوئے دل کرتا ہے کہ ان کے ہاتھ چوم لوں تو آپ کے فرمان کو مدنظر رکھتے ہوئے میرا دل یوں چاہتا ہے کہ میں کارکنان انجمن کے قدم چوم لوں

آخری ایام میں بیماری کے باوجود آپ ہماری آمد مصطفے ﷺ کانفرنس (نوشہرہ وادی سون) تشریف لے آئے اور آخر میں دعا فرمائی اس کانفرنس کا کچھ قرض ہوگا تو آپ کے پاس حاضر ہوئے آپ نے فرمایا 2 دن تک آکر لے جانا لیکن ٹھیک 2 دن بعد 13 اکتوبر 1995ء بمطابق ۷ جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ بروز منگل مغرب کی نماز کے بعد اچانک دل کا دورہ پڑا جو جان لیوا ثابت ہوا اور سات بجکر پینتیس منٹ پر اس مرد درویش نے داعی اجل کو لبیک کہا-

آپ کے ناگہانی وصال کی خبر سن کر آپ سے تعلق رکھنے والا ہر شخص سکتے میں آگیا کارکنان انجمن اس شجر سایہ دار سے محروم ہو گئے یہ خبر سن کر ہر شخص کو یوں لگا جیسے کائنات کو حرکت دینے والا گراں پیکر پہیہ یکلخت رک گیا ہو- اور اس کی اپنی ہستی بھی بے معنی ہو کر رہ گئی ہو-

مر جاتا ہوں جب یہ سوچتا ہوں
میں تیرے بغیر جی رہا ہوں

نماز جنازہ بروز بدھ 11 بجے دوپہر امیر شریعت نائب شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد حمید الدین سیالوی کی اقتدا میں ادا کی گئی انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر اپنی محبوب شخصیت کو الوداع کہنے صف در صف حاضر تھا ہر آنکھ پرنم تھی آپ کو اپنے والد میاں عبدالحمید کے پہلو میں دفن کیا گیا- جب آپ کو فنایا جارہا تھا تو ایک شخص مجھے باہر لے گیا اور مجھے کچھ روپے دیتے ہوتے روتے ہوئے کہنے لگا آپ نے میرے ذمہ لگایا تھا- گو جسمانی طور پر وہ آج ہم میں موجود نہیں لیکن روحانی طور پر آج بھی آپکا سایہ کارکنان انجمن پر موجود ہے- اور مکان شریف ہمیشہ قائم رکھے اور سرچشمہ خیر و برکت تشنگان حکم شفا معرفت کو یونہی سیراب کرتا رہے-

اب آپ کے فرزند حضرت صاحبزادہ حامد عزیز حمیدی سجادہ نشین ہے جو اپنے والد کی سچی تصویر ہیں-

من کی دُنیا

ابتداء اسلام سے لے کر آج تک جتنے بھی حقیقی صوفی اور اولیاء اللہ گزرے ہیں سب کے سب خالص توحید اور اتباع سنت پر کار بند رہے ہیں اور انہوں نے سرِمو بھی اس سے انحراف نہیں کیا انہوں نے خالص توحید اور اتباع سنت کی تلقین میں عمریں گذار دیں۔ بخاری شریف کی حدیث مبارک ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دو قسم کے علموں کے خزانے حاصل کئے ان میں سے ایک کو تو میں نے تم میں ظاہر کر دیا ہے۔ لیکن دوسرے کو ظاہر کروں تو گلا کٹتا ہے۔

اسی علم لدنی کے وارث ایک شیخ کامل حضرت عبد العزیز دباغؒ کے ارشادات عالیہ سے ہم نے خوشہ چینی کی ہے۔ حضرت عبدالعزیز دباغؒ امی محض تھے۔ اور کبھی آپ نے ظاہری علوم کسی سے حاصل نہ کئے تھے۔ آپ کے فیضان یافتہ حضرت احمد بند مبارکؒ نے ان کی معارف ارشادات کی مشہور کتاب "ابریز" میں کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے ان کی زبان سے سید الوجود محمد ﷺ کے بارے میں ملا کہ یوم آخرت، گذشتہ انبیاء حشر و نشر کے متعلق وہ باتیں سنیں جو کہ میں نے کبھی بھی کسی انسان سے نہ سنی تھیں نہ ہی کسی کتاب میں دیکھیں تھیں۔ حضرت عبدالعزیز دباغؒ کے علم لدنی جلووں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ آیا بشر بھی اس قدر علم جان سکتے ہیں اور کیا وہ اس حد تک پہنچ سکتے ہیں۔" ابریز" کا اردو ترجمہ مشہور محقق ڈاکٹر پیر محمد حسن" نے خزینہ معارف کے نام سے انتہائی آسان اردو میں کیا ہے۔ ناشرین قرآن اردو بازار لاہور نے اس کتاب کو شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔

خیر القرون میں پیری مریدی کیوں نہ تھی

حضرت نے جواب دیا تربیت کا مقصد ذات کی صفائی اور رعونت سے اسے پاک کرنا ہے تاکہ اسرار خداوندی کی متحمل ہو سکے اور یہ اس صورت میں ہو سکتا ہے اس کی ظلمتیں دور ہو جائیں اور باطل سے اس کے تمام تعلقات منقطع ہو جائیں۔ پھر باطل سے اس قطع تعلق کبھی اس طرح ہوتا ہے کہ اصل خلقت میں اسے پاک و صاف کیا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ بلاواسطہ اس کو پاک بنا دیتا ہے۔ یہ حالت تو قرون ثلاثہ کی تھی جنہیں خیر القرون کہا جاتا ہے کہ اس زمانہ کے لوگ بالطبع حق کے ساتھ متعلق اور اس کی تلاش میں لگے ہوئے تھے۔ سوتے تھے تب بھی اسی حال میں اور جاگتے تھے تب بھی اسی میں اور حرکت کرتے تھے تب بھی اسی طلب تلاش میں یہاں تک کہ جنہیں اللہ نے بصیرت دی ہے اور وہ ان کے باطن کی طرف دیکھے تو شاذو نادر ہی ایسا شخص ملے گا جس کی عقل اللہ اور رسول کے ساتھ نہ لگی ہو اور وہ اللہ اور رسول کی رضا تک پہنچنے کی کوشش میں نہ لگا ہو۔ یہی وجہ تھی کہ ان میں کثرت سے بھلائی پائی جاتی تھی اور ان میں نور حق چمکتا تھا اور ان میں اس قدر علم کا ظہور ہوا اور اس حد تک درجہ اجتہاد کو پہنچے جس کی نہ کیفیت بیان ہو سکتی ہے اور نہ کسی کی وہاں تک پہنچنے کی طاقت ہے اسی لئے اس زمانہ میں تربیت کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ صرف اتنا ہوتا جب پیر کی ملاقات اپنے اس مرید سے ہوتی جو بعد میں اس کا صاحب سر اور نور کا وارث ہوتا پیر مرید کے کان میں کوئی بات کہہ دیتا اور صرف اسی سے مرید کو فتح نصیب ہو جاتی اس لئے کہ ان کی ذات پاک ہوتی، ان کی عقلیں صاف ہوتیں اور وہ راہ ہدایت کی تاک میں لگی رہتی تھیں۔

کبھی تربیت شیخ کے ذریعہ سے ہوتی ہے کہ پیر کو مرید کی ذات

سے تاریکی دور کرنی پڑتی ہے۔ یہ اس زمانہ کی بات ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد کا زمانہ ہے۔ جب نیتیں فاسد ہو گئیں۔ ارادوں میں کھوٹ آگیا اور لوگوں کی عقلیں دنیا کی طرف لگ گئیں اور شہوات نفسانی تک پہنچنے اور لذت کو حاصل کرنے کی کوشش میں ہر وقت لگی رہتیں پھر یہ ہوتا کہ صاحب بصیرت پیر کی ملاقات اپنے مرید سے ہوتی وہ اسے پہچانتا اور دیکھتا کہ اس کی عقل باطل اور شہوات کے حصول کی طرف لگی ہوئی ہے اور اس کی ذات بھی عقل کی تقلید کر رہی ہے چنانچہ وہ بھی لہو و لعب کرنے والوں اور باطل لوگوں کی طرف مائل ہو جاتی ہے اس کے اعضاء کی حرکت بھی غیر محمود ہے۔ اس سب کا سبب یہ ہوتا ہے کہ عقل جو ذات کی مالک ہے وہ خود باطل میں جکڑی ہوتی ہے۔ لہٰذا جب پیر مرید کو اس حالت میں دیکھتا ہے تو وہ اسے خلوت ذکر اور کم کھانے کا حکم دیتا ہے خلوت کی وجہ سے وہ ان باطل لوگوں سے منقطع ہو جاتا ہے جن کا شمار مردوں میں ہے ذکر سے کلام باطل اور لغو باتیں دور ہو جاتیں ہیں جو اس کی زبان پر چڑھی ہوئی ہوتیں ہیں اور کم کھانے سے بخارات جو خون میں ہوتے ہیں کم ہو جاتے ہیں لہٰذا شہوات نفسانی بھی کم ہو جاتی ہیں اور عقل کا تعلق پھر اللہ کا تعلق پھر اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ ہو جاتا ہے جب مرید اس حد تک پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

تو اس کی ذات سر کو برداشت کرنے کے قابل ہو جاتی ہے شیخ کا اسے تربیت دینے اور خلوت میں لے جانے کا مقصد بھی یہ ہوتا ہے۔

پھر ایک مدت یہ طریقہ جاری رہا یہاں تک کہ حق باطل سے اور نور ظلمت سے مخلوط ہو گیا چنانچہ اہل باطل ان لوگوں کو جو ان کے پاس آتے تھے تربیت کرتے کہ انہیں بری نیت اور باطل اغراض سے خلوت میں جانے کو کہتے اور اسماء السیہ کی تلقین کرتے۔ پھر ان کے ساتھ تعویذات اور عملیات کا اضافہ کر دیتے ہیں جس کا انجام مکر اللہ اور استدراج ہوتا۔ حضرت زروق اور ان کے شیوخ کے زمانہ میں چونکہ یہ رنگ عام پھیل گیا تھا اس لئے انہوں نے دینی خیر خواہی کی غرض سے یہ مشورہ دیا کہ اس طریق تربیت کو جس میں اہل باطل کی کثرت ہو گئی ہے ترک کر دیں اور وہ امن کا راستہ اختیار کریں جس میں نہ کوئی خطرہ ہے نہ پریشانی ترک کر دیں اور وہ امن کا راستہ اختیار کریں یعنی کتاب اللہ اور سنت رسولؐ کا اتباع اور جس نے ان دونوں سے ہدایت پائی وہ پھر گمراہ نہیں ہو سکتا لہٰذا انہوں نے جو کچھ کہا ہے وہ ازروی نصیحت و احتیاط کہا ہے ان کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ حقیقی تربیت بالکل ہی منقطع ہو چکی ہے اور وہ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ نور نبوی ﷺ باقی ہے اور اس کی خیر و برکت امت کے شامل حال ہے قیامت تک باقی رہے گا۔

اس بات کا جواب کہ کونسا شخص ہے جو پیر تربیت بن سکے جس کے حوالے مرید اپنے آپ کو کر دے یہ ہے کہ وہ شیخ جس کے حوالے مرید اپنے آپ کو کر دے وہ شخص ہو سکتا ہے جو احوال نبی ﷺ کے قدم بقدم چلتا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کامل اور صاف معرفت عطا کی ہو پس ایسا شخص اس قابل ہے جس کے حوالے انسان اپنا آپ کو کر دے اور جو محبت کے لائق اور جس کی دوستی نفع رساں ہوتی ہے کیونکہ ایسا شخص بندہ کو رب سے ملا دیتا ہے اور جو وساوس اللہ کی معرفت میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں ان کو دور کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی محبت میں ترقی دلاتا ہے۔

اب یہ سوال کہ اس کا تعین کیا جائے کہ وہ کس ملک اور شہر میں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مذورہ بالا صفات کی مالک کئی ایک ہستیاں ہیں اور بحمد اللہ شہروں اور ملکوں میں پھیلی ہوئی ہیں مگر اہلسنت و جماعت سے باہر نہیں ان کی تلاش میں رہو تمہیں مل جائیں گے۔

— — — — — — — — — — —

حمد

آنکھ اٹھے تیرے لیے کھلتے ہیں لب تیرے لیے
میرا جینا میرا مرنا، میرے رب تیرے لیے
مسجد الفاظ میں دے رہا ہوں میں اذان
میرا فن، میرا علم، میرا ادب تیرے لیے

بقیہ ذخیرہ کتب

آلات سے مالا مال ہے جن کو استعمال کرنے والے خود کو زیور تعلیم و تحقیق سے آراستہ کرتے ہیں۔"

اس فہرست کی جلد اول میں 5,517 کے قریب کتابیں شامل ہیں (بشمول جلدین و نسخے) 1990ء میں محترم ڈاکٹر وحید قریشی، معتمد عمومی، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، لاہور نے اس کو شائع کرنے کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن مالی وسائل کی کمی اس کی اشاعت میں مانع رہی۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر صاحب سے بات چیت ہوتی رہتی تھی۔ آخر انہوں نے جون 1994ء میں ایک حد تک مالی وسائل پیدا کرنے کا مشورہ دیا۔ صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی فہرست کی اشاعت میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

جب ان سے اس بارے میں بات چیت ہوئی تو انہوں نے ذمہ داری قبول کر لی کہ اگر اکیڈمی اس فہرست کو جلد شائع کر دے تو وہ ایک معین مالیت کے مطبوعہ کتاب کے نسخے خرید لیں گے۔ اس سلسلے میں انہوں نے یادداشت کے طور پر 10 جولائی 1994ء کو ڈاکٹر صاحب کو ایک خط بھی لکھ دیا۔ اسی دوران اکیڈمی کے امور کی نگرانی کے فرائض پروفیسر محمد اسلم صاحب کو تفویض کر دیے گئے۔ چنانچہ پروفیسر صاحب سے اس کی جلد اشاعت کے بارے میں بات ہوئی انہوں نے ازراہ کرم اس کی کمپوزنگ شروع کروا دی۔ ان کی ذاتی توجہ سے اس فہرست کی اشاعت ممکن ہوئی۔

ہم ڈاکٹر وحید قریشی صاحب اور پروفیسر محمد اسلم صاحب دونوں کے، ممنون ہیں کہ اول الذکر نے زیر حوالہ فہرست کو شائع کرنے کا وعدہ کیا اور موخر الذکر نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ محترم صاحبزادہ میاں زبیر احمد علوی گنج بخشی قادری ضیائی کے بھی سپاس گزار ہیں کہ انہوں نے اس کی اشاعت کے لیے ایک حد تک مالی وسائل پیدا کرنے کے لیے اکیڈمی کے ساتھ دست تعاون بڑھایا۔ خداوند عالم ان کو جزائے خیر عطا کرے۔ لائبریری کے مستعد کارکن مسعود الحسن بٹ صاحب کا بھی شکرہ ادا کیا جاتا ہے کہ وہ حکیم صاحب کے مطب سے کتابوں کے پیکٹ اٹھا کرلاتے ہیں اور لائبریری پہنچا دیتے ہیں۔ اسی طرح سید سرفراز علی زیدی صاحب اور محترم محمد ریاض ہمایوں سعیدی قابل ستائش ہیں کہ حکیم صاحب گاہے بگاہے ان کی وساطت سے بھی کتابوں کے پیکٹ لائبریری میں بھجواتے رہتے تھے۔ اللہ تعالی ان کو بھی اجر عطا کرے۔ اس فہرست کا آخری حصہ "اشاریہ عنوانات" پر مشتمل ہے۔ اشاریے کی تدوین کے دوران کارڈوں کو ترتیب دینے اور ان کو کاغذوں پر چسپاں کرنے میں عزیز عقیل احمد سلمہ اور اویس قریشی کی کوشش بھی قابل تعریف ہے۔

بقیہ ابو الکتاب

گفتار انہوں امرتسر پر علمی، ادبی، تاریخی اور سیاسی حوالے سے تحقیقی کام کرنے والے بہت سے ملکی اور غیر ملکی ریسرچ سکالرز کی راہنمائی کی ہے اور مسلسل کرتے رہتے ہیں۔

"فن تاریخ گوئی ہمارے ہاں ایک زوال پذیر فن ہے اور اپنی تمام تر اہمیت کے باوجود شعرائے حال نے اسے مکمل طور پر نظر انداز رکھا ہے۔ ایک صدی پہلے شعراء کی مہارت فن کو پرکھنے کا ایک معیار یہ بھی تھا کہ وہ کسی شعر یا مصرعے سے "مادہ تاریخ" برآمد کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح "فن تاریخ گوئی" ایک منفرد فن بن چکا تھا۔ جس کے اپنے اصول و ضوابط مقرر ہو گئے تھے۔ یہ اصول و ضوابط تو بدستور موجود ہیں مگر ان سے ناواقفیت اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اچھے خاصے ادباء اور شعراء "مادہ تاریخ" کی تصنیف تو درکنار کسی مصرعے سے تاریخ تصنیف برآمد بھی نہیں کر سکتے۔"

میرے نزدیک فن تاریخ گوئی ایک مشکل فن ہے اور وقت طلب بھی۔ اس فن کی باریکیوں سے مکمل طور پر عہدہ برآ ہونا ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اس عہد میں جو چند اہل علم اس فن میں مہارت رکھتے ہیں ان میں حکیم محمد موسیٰ امرتسری کا نام بھی صف اول کے تاریخ گویاں میں لکھنے کے لائق ہے کیونکہ وہ مادہ تاریخ نکالنے کے فن کی نزاکتوں اور باریکیوں کے علاوہ اس کے قواعد و ضوابط سے بھی مکمل آگاہی رکھتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے بہت سے مادہ تاریخ کہے بھی ہیں۔

تبصرہ نگاری ایک مشکل فن ہے۔ عموماً" مبصرین مطالعہ کتب سے گریز کرتے ہیں۔ کتاب کے دیباچہ' ابتدائی' درمیانی اور آخری صفحات کی ورق گردانی سے تبصرہ مرتب کر لیتے ہیں۔ گو حکیم محمد موسیٰ امرتسری مکمل کتاب یا رسالہ پڑھنے کے بعد اس کے متعلق اپنی بے لاگ رائے تحریر کرتے ہیں۔ ان کے تبصرے پڑھنے کے بعد کتاب کی مکمل تصویر سامنے آ جاتی ہے۔ ان کے تحریر کردہ تبصرے بجائے خود کتاب کے موضوع کے متعلق ایک مبسوط مقالہ کی شکل اختیار کر جاتے ہیں۔ وہ تبصروں میں زبان و بیان کی صفائی' سلاست اور ادبی چاشنی کا خاص خیال رکھتے ہیں۔

تبصرہ نگاری کے تمام اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نہایت دیانتداری سے تبصرہ کرتے ہیں۔ تبصرہ کرتے ہوئے وہ مصنف سے دوستی اور تعلق کو نہیں بلکہ کتاب کے مواد' موضوع اور انداز نگارش کو وقعت دیتے ہیں۔

حکیم محمد موسیٰ نے زیادہ تر تبصرے مجلہ فیض الاسلام' راولپنڈی کے لیے لکھے پہلے اصلی نام سے تحریر کرتے رہے۔ پھر تنقید دشمن اور احباب کی ناراضی کی بنا پر' آثم' کے قلمی نام سے قلمبند کرنا شروع کر دیئے۔ بعدہ علامہ عرشی کے مشورے سے "کلیم" کے نام سے اظہار خیال کرتے رہے۔

بقیہ نظام کیسا؟

جنہوں نے تحریک پاکستان کے ایام دیکھے اور وہ آنکھیں جنہوں نے پاکستان کی خاطر صعوبتیں دیکھیں آہستہ آہستہ بجھتی جا رہی ہیں۔ آنکھوں کے ساتھ امیدیں بھی بجھتی جا رہی ہیں۔ شہدائے پاکستان کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان کے مشن کو جاری رکھا جائے۔ پاکستان میں نفاذ نظام مصطفی ﷺ کے مشن کو سربلند رکھا جائے۔ شہدائے نظام مصطفی ﷺ کے ساتھ کئے گئے وعدہ وفا کی ایک بار پھر تجدید کر کے اس بات کا اظہار کیا جائے کہ انجمن طلبہ اسلام نے ہر دور میں اپنے مشن فروغ عشق مصطفی ﷺ اور جدوجہد نفاذ نظام مصطفی ﷺ کو جاری رکھا ہے۔ اور انشاء اللہ یہ مقدس مشن ہمیشہ جاری رکھا جائے گا۔

اسی بنیاد پر انجمن طلباء اسلام کی مرکزی قیادت اور مجلس مشاورت نے فیصلہ کیا کہ ۲۰۰۰ء کو نفاذ نظام مصطفی ﷺ سال کے عنوان سے منایا جائے اور طلباء' اساتذہ کو نوجوانوں کو' عوام الناس کو نظام مصطفی ﷺ کے سنہرے اصولوں سے آگاہ کیا جائے تاکہ ملت کے ہر فرد میں اسلامی شعور بیدار پیدا ہو۔

اٹھ از سر نو دہر کے حالات بدل ڈال
پھر درس اخوت کی ضرورت ہے جہاں کو
تدبیر سے تقدیر کے دن رات بدل ڈال
آقائی خدمت کے خطابات بدل ڈال

بقیہ ہمارے ادارے

دعوت عمل

المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کے زیر انتظام گذشتہ کئی سالوں سے پاکستان کے بہت سے شہروں میں رفاہی اور سماجی ادارے سرگرم عمل ہیں۔ سوسائٹی دن رات عوام کی خدمت اور فلاح و بہبود میں کوشاں ہے اور نفرتوں کے طوفان میں محبت صلح و آشتی کے چراغ روشن کر رہی ہے۔

معروف سماجی ورکر عبدالستار ایدھی کہتے ہیں

"میں سمجھتا تھا کہ خدمت خلق کا جو کام میں نے شروع کیا ہے وہ میری زندگی کے بعد بھی جاری رہے گا یا کہ نہیں لیکن جب سے المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی نے کام شروع کیا ہے میں مطمئن ہو گیا ہوں کہ عوام کے دل میں دکھی انسانیت کا جذبہ پیدا ہو گیا ہے ان شاء اللہ میرے بعد بھی یہ کام جاری رہے گا۔"

سوسائٹی کی سرگرمیوں کا دائرہ کسی خاص علاقے یا طبقے یا فرقہ تک محدود نہیں ہے اور بلا امتیاز تمام شہری اس سے استفادہ کرتے ہیں اس لئے اپنے آئندہ منصوبوں کے لئے سوسائٹی کو آپکے تعاون کی ضرورت ہے۔ المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی کا مختصر تعارف آپ کے سامنے ہے یہ سوسائٹی سرکار دو عالم ﷺ کے نام پر قائم کی گئی ہے اس لئے کہ ان کی محبت ہی ایمان کی جان ہے آیئے! دکھی

انسانیت کی خدمت کر کے سکون قلب حاصل کیجئے۔ تیموں اور بیواؤں کی مدد کر کے حضور اکرم ﷺ کی نظر کرم کے مستحق بن جایئے۔ بیمار کے علاج میں مدد کر کے ان کی دعاؤں کے حقدار بن جایئے۔ ایمبولینس کے ذریعے مریض کو جلد اسپتال پہنچا کر اس کے خاندان کی مدد کیجئے۔ مستحق طلبہ کو وظیفہ دے کر علم کی شمع روشن کیجئے۔

براہ کرم صدقہ، زکوۃ، عطیات، اور چرم قربانی، کے ذریعے سوسائٹی کے ترقیاتی منصوبوں میں اشتراک فرمائیں تا کہ خدمت خلق کا عمل جاری رہے اور آئندہ بھی ہماری سرگرمیاں بستی بستی اور شہر شہر جاری رہ سکیں۔

بقیہ عکسِ سیرت

ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔

فاروق اعظمؓ سے
سرکار دو عالم ﷺ کا ارشاد

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان جو میری جان پوشیدہ ہے اس کے علاوہ آپ مجھے سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کو اس کی اپنی جاں سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوں۔ یہ ارشاد سن کر حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا اگر ایسا ہے تو قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ کتاب ہدایت دے کر مبعوث فرمایا۔ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اے عمر اب تمہارا ایمان مکمل ہوا ہے۔

سرور عالم کی محبت اور اس کا ثواب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ قیامت کب قائم ہو گی۔ حضور علیہ السلام نے دریافت فرمایا قیامت کی فکر ہے لیکن اس کے لئے تم نے تیاری کیا کی ہے؟ اس نے عرض کیا محبوب خدا میرے پاس اس کے لئے کوئی تیاری نہیں نہ تو میرے پاس نمازوں کا ذخیرہ ہے اور نہ روزوں کا دوسرے اعمال خیر میں نے جمع کئے ہیں۔ غرضیکہ اس تہی دامنی کے باوجود ایک چیز میرے پاس ایسی ہے جس کو میں نہایت اہم خیال کرتا ہوں وہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول کی ذات سے محبت رکھتا ہوں۔ اس کی یہ بات سنکر حضور علیہ السلام نے فرمایا تو ان کے ساتھ ہے جن کو تو محبوب رکھتا ہے۔

بیعت اور محبت نبوی ﷺ

صفوان بن قدامہ فرماتے ہیں کہ ہجرت کے بعد میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اپنا دست اقدس عنایت فرمائیں تا کہ میں بیعت کروں اس وقت میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ حضور نے فرمایا المرء مع من احب انسان جس سے محبت کرتا ہے اسی کے ساتھ ہوتا ہے۔

یہی حدیث حضرت عبد اللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور ابو ذر رضی اللہ عنہ سے جو روایت مروی ہے اس کے الفاظ بدلے ہوئے ہیں لیکن مفہوم یہی ہے۔

اہل بیت سے محبت

حضرت علی کرم اللہ وجہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے حسنین کریمین کے ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر فرمایا جو مجھ سے، میرے ان دونوں فرزندوں اور ان کے والدین سے محبت کرے گا وہ قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا اور جنت کے بھی اس درجہ میں رکھا جائے گا جہاں میں ہوں گا۔

عقیدت و محبت کا صلہ اور ہدایت کا نزول

ایک شخص نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی یا

رسول اللہ میں آپ کی ذات اقدس کو اپنے اور مافیہا سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ نہ مجھے مال سے محبت ہے اور نہ اپنے متعلقین سے جب بھی آپ کی یاد ستاتی ہے اور کچھ نہیں ہوتا تو آپکا چہرہ تاباں دیکھ کر قلب مضطر کو تسکین دے لیتا ہوں لیکن رہ رہ کر ایک خیال دل میں چٹکیاں لینے لگتا ہے کہ مرنے کے بعد یہ کس طرح ممکن ہو سکے گا کیونکہ آپ تو جنت کی اعلیٰ منزل میں ہوں گے اور میں معلوم نہیں کہاں ہوں گا اور میرے لئے یہ ممکن نہ ہو گا کہ وہاں آپ کے دیدار سے مشرف ہو سکوں ابھی وہ محب صادق یہ عرضداشت پیش کر رہا تھا کہ رحمت الٰہی جوش میں آئی اور محبین صادقین کی تسلی کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبین و الصدقین و الشہدا و الصالحین و حسن اولئک رفیقا

اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی پابندی کرے گا تو وہ (اس اطاعت کی وجہ سے) ان حضرات کے ساتھ ہو گا جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء صدیقین شہدا اور صالحین اور یہ لوگ کیسے اچھے ساتھی ہیں۔

محبت رسول اور فرمان نبوی ﷺ

حدیث میں ہے کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور مجلس رسول علیہ السلام میں بیٹھ کر ٹکٹکی باندھ کر حضور علیہ السلام کو دیکھتا رہا اور کسی جانب اس نے توجہ ہی نہ کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب اس کو اس حال میں دیکھا تو اس سے دریافت فرمایا وہ محب صادق عرض گزار ہوا یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے چہرہ تاباں کی زیارت سے فیض حاصل کر رہا ہوں لیکن دل میں یہ خیال ہے کہ کل قیامت کے دن جب آپ ارفع اعلیٰ مقام پر ہوں گے۔ اس وقت میرا کیا حال ہو گا ایک قول کے مطابق اس محب صادق کے اس کہنے پر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس بن مالک سے ایک حدیث مروی ہے جس میں سرور عالم ﷺ کا فرمان مبارک ان الفاظ میں منقول ہے کہ جو شخص مجھ سے محبت رکھے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا۔

حضور علیہ السلام سے محبت کی پہچان

یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ جو شخص جس سے محبت کرتا ہے تو وہ اس کو اور اس ذات کی موافقت اور ان کے اتباع کو اپنی ذات پر لازم کر لیتا ہے بصورت دیگر وہ اپنے دعوئی محبت میں صادق نہیں ہوتا۔ بلا تمثیل و تشبیہ جو حضور علیہ السلام سے محبت کا دعوئی تو کرتا ہے لیکن اتباع نبوی نہیں کرتا وہ اپنے دعوئی محبت میں سچا نہیں ہے۔

معیار محبت کی شرائط

حضور علیہ السلام کی محبت کی علامتیں یہ ہیں۔ (1) حضور علیہ السلام کی پیروی کی جائے اور سنت نبوی پر عمل کیا جائے۔ تمام اقوال و افعال میں حضور علیہ السلام کا اتباع کرے اور آپ کے ہر حکم کی تعمیل کرے جن افعال پر عمل کرنے کی حضور نے ممانعت فرمائی ان سے پرہیز کرے۔ عیش و آرام مسرت و پریشانی میں ہی نہیں بلکہ ہر حال میں حضور علیہ السلام کے طرز عمل سے نصیحت و موعظت حاصل کرے۔

اس سلسلہ میں یہ آیت کریمہ دلیل و برہان پیش کرتی ہے۔

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ

اے محبوب آپ ان سے فرمادیں کہ اگر محبت الٰہی کا دعوئی کرتے ہو تو میرے فرمانبردار ہو جاؤ۔ تم کو اللہ تعالیٰ دوست رکھے گا۔

محبت کی دوسری پہچان جس کو شارع علیہ الصلوۃ و السلام نے شروع فرمایا ہے اور اس پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی اور تنبیہ بھی فرمائی ہے کہ اپنی خواہشات نفسانی کے مقابلہ میں احکام شریعت پر عمل کرے اور ان کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اور جنہوں نے اس شہر میں گھر بنایا اور ایمان لائے ان سے محبت کرتے ہیں جو ترک وطن کر کے آئے اور اپنے دلوں میں کوئی مقصد نہیں رکھتے اور اپنی ضرورت کے باوجود ایثار کرتے ہیں۔

محبت حدیث کی روشنی میں

1- حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ان سے فرمایا' "اے فرزند اگر تمہیں یہ صلاحیت ہے کہ تمہاری صبح و شام کسی جانب بغض وکدورت سے پاک ہو تو اس پر عمل کرو۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھ سے مزید فرمایا جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اس نے مجھ سے محبت کی اور مجھ سے محبت رکھنے والا میرے ساتھ جنت میں ہو گا۔"

2- لہذا جو شخص اس صفت کا حامل ہے وہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ دعویٰ محبت میں صادق ہے لیکن اگر کوئی شخص بعض باتوں پر عمل نہیں کرتا اس کی محبت ناقص ہے اور عمل میں جتنی کمی ہو گی اتنا ہی محبت میں بھی نقص ہو گا لیکن اس کا نام محبین کی فہرست سے خارج نہ ہو گا اور اس کی دلیل اس واقعہ سے ملتی ہے کہ ایک شخص جس پر شراب پینے کے سلسلہ میں حد جاری ہوئی تھی اس پر لوگوں نے لعنت کی تو حضور علیہ السلام نے لعنت کرنے کی ممانعت فرمائی اور یہ فرمایا کہ اس پر لعنت نہ کرو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

3- محبت کی ایک اور علامت یہ ہے کہ وہ کثرت کے ساتھ حضور علیہ السلام کا ذکر کرتا ہو کیونکہ محب اپنے محبوب کا ذکر بہت زیادہ کرتا ہے۔

4- علامات محبت میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دیدار اور آپکی لقا کا شیدائی ہو کیونکہ ہر محب کی یہ تمنا اور آرزو ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ ایک حدیث اس طرح مروی ہے کہ حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے لوگ یہ ترانہ گا رہے تھے۔

(غدا تلق الاحبہ: محمد و صحبہ) کل ہم اپنے پیاروں سے ملیں گے یعنی سرکار دو عالم اور ان کے جان نثاروں سے محبت کے سلسلہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے جذبات عقیدت کا ذکر خالد بن معدان کے واقعہ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

5- محبت کی ایک اور پہچان اس طرح بیان کی گئی ہے کہ جب کثرت سے آپ کا ذکر کیا جائے تو اس وقت آپ کی غایت تعظیم و توقیر کی جائے اور نام نامی سن کر انتہائی انکساری اور فروتنی کا اظہار کیا جائے۔

ابن اسحاق تجیی فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرکار دو عالم ﷺ کی حیات ظاہری کے بعد آپ کا ذکر نہایت عقیدت و محبت اور عاجزی و انکساری کے ساتھ کرتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کا ذکر کرتے وقت ان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے اور خشیت طاری ہو جاتی تھی یہی کیفیت بعض تابعین پر بھی ہوتی تھی اور اس کی وجہ کچھ حضرات تو محبت و شوق کی بنا پر اس کیفیت سے دو چار ہوتے اور بعض ہیبت و دبدبہ سے متاثر ہوتے تھے۔

6- محبت کی علامتوں میں ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس چیز یا شخصیت کو محبوب رکھے جس سے حضور علیہ السلام نے محبت فرمائی ہو یا اس کو پسند فرمایا ہو خواہ وہ نسب و حسب سے ہو یا سلب سے مثلاً" اہل بیت اطہار صحابہ کرام (مہاجرین و انصار) اور اس شخص کو مبغوض رکھے جس کو سرکار دو عالم علیہ السلام نے ناپسند فرمایا ہو یا اس کے سلسلہ میں کلمہ خیر نہ فرمایا ہو کیونکہ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ محبوب کا محبوب محبوب ہو جاتا ہے اور محبوب کا مبغوض مبغوض نبی علیہ السلام نے حسنین کریمین کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا تھا اے اللہ میں ان دونوں کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ۔